کتابی سلسلہ

یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

مجلہ تحقیقی، فکری، اصلاحی واہ کینٹ

البرہان الحق

مدیر اعلیٰ اعزازی
افضل شاہد اعوان ایم۔اے
0300-9129852

مدیر
سید بادشاہ تبسم بخاری ایم۔اے
0300-5097394

سال 3 مسلسل شمارہ نمبر 12
ذیقعد، تا محرم الحرام 1434ھ اکتوبر تا دسمبر 2013ء

ہدیہ فی پرچہ: 30 روپے
سالانہ چندہ عام ڈاک: 200 روپے
بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک: 250 روپے

نوٹ: نفس مضمون کی تمام تر ذمہ داری مضمون نگار پر ہوگی۔ ادارہ کا کسی مضمون نگار سے کلی طور پر متفق ہونا ضروری نہیں۔

Email:alburhanwah@gmail.com
Email:zaf.wah786@gmail.com

مکتبہ فیضان سنت دُکان نمبر 28 میلاد چوک واہ کینٹ 0300-8351746

فہرست

اداریہ

صدائے دل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلّہ ''البرھان الحق'' کے تین سال

سہ ماہی مجلّہ ''البرھان الحق'' کا بارھواں شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے گویا کہ مجلّہ نے اپنی اشاعت کے تین سال پورے کر لیے ہیں، اس پر ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ ہم نے تین سال قبل مسلک اہل سنت کے خلاف کی جانے والی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ایک درد کے ساتھ بے سروسامانی کے عالم میں اس تحقیقی مجلّہ کا آغاز کیا تھا اس میں اللہ کریم جل جلالہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے صدقے میں ہماری توقع سے بڑھ کر ہمیں کامیابی عطا فرمائی۔ اپنے تو اپنے بعض غیروں نے بھی اس کے علمی و تحقیقی انداز کو نہ صرف پسند کیا بلکہ مجلّہ کے خریدار بھی بنے۔ جب بھی کسی اہل علم کو پیش کیا اس نے ضرور اس کو سراہا اور ہماری حوصلہ افزائی کی۔ کچھ عرصہ قبل امریکہ میں مقیم ایک صاحب کو کہیں سے مجلّہ مل گیا تو انہوں نے مجھے فون کیا اور بتایا کہ انہوں نے وہاں ایک لائبریری بنا رکھی ہے اور انڈیا و پاکستان کے اکثر مجلّے وہاں منگواتے ہیں مگر ہمارا مجلّہ ان سب سے بہتر پایا۔ راولپنڈی کے نوجوان عالم دین مفتی صدیق سعدی جو کہ خود بھی ''المصطفٰے'' کے نام سے ایک ماہنامہ شائع کرتے ہیں، گزشتہ دنوں ملاقات پر فرمانے لگے کہ انہوں نے آج تک ایسا مجلّہ نہیں دیکھا، ہر مجلّے کی اشاعت پر ہمیں مختلف جگہوں سے مختلف اہل علم کے فون آتے ہیں جن میں پسندیدگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس سے ہمیں احساس ہوا ہے کہ معیاری علمی و تحقیقی کام کی کس قدر ضرورت اور اہمیت ہے۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف مورخہ ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز بدھ بعمر ۸۰ سال انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے دن حضرت پیر صاحب کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں اکابر علماء و مشائخ اور مقتدر سیاسی شخصیات کے علاوہ ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ آپ کے پوتے میاں ولید احمد صاحب نے پڑھائی اور حضرت کو اپنے بڑے بیٹے حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ دیگر مشائخ سے ذرا مختلف انداز رکھتے تھے، ساری زندگی اہل سنت و جماعت کی ترویج و ترقی کے لیے مجاہدہ کرتے رہے۔ اہل علم سے خصوصی تعلق اور رابطہ رکھتے تھے، علم دوست شخصیت کے مالک تھے، مطالعہ کتب کے اعلیٰ ذوق کے حامل تھے۔

گزشتہ سال اکتوبر میں عرس کے موقع پر راقم کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو ملاقات کے لیے لمبی لائن لگی ہوئی تھی میں بھی لائن میں کھڑا ہوا گیا جب نمبر آیا تو میں نے دست بوسی کے بعد ''مجلّہ البرھان الحق'' کا تازہ شمارہ اور ایک کتاب پیش کی تو ذرا سی دیر کے لیے آپ نے ملاقات موقوف کر دی اور سرسری طور پر بغور جائزہ لیا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علم دوستی کی عمدہ مثال ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک وسیع و عریض لائبریری تھی جو زندگی کے آخری ایام میں پنجاب یونیورسٹی کو عطیہ کر دی۔ کئی اسلامی کتب کی اشاعت کی اور مفت تقسیم کیں۔ ''نور اسلام'' کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ جاری کیا جو پچاس سال سے زیادہ عرصہ سے کامیابی سے جاری و ساری ہے۔ چونکہ آپ کا سلسلہ نقشبندیہ ہے اس لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی عقیدت تھی۔ جب شرقپور کے ایک وہابی نے مکتوبات مجدد الف ثانی سے کتر بیونت کر کے اور سیاق وسباق چھوڑ کر مکتوبات کی کچھ تحریریں لے کر عقیدہ اہل سنت پر حملہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اس کا بھرپور جواب دیا بلکہ صفر کے مہینے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے حوالہ سے یوم مجدد الف ثانی کی ملک بھر میں داغ بیل ڈالی۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ پر جن بعض روایات کو رواج دیا حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھرپور طرح قائم و دائم رکھا۔ کوئی بھی داڑھی منڈانے والا نعت خواں وہاں نعت نہیں پڑھ سکتا نہ ہی کوئی داڑھی منڈا نماز کے لیے پہلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ حضرت پیر صاحب بہت سی خصوصیات کے حامل تھے۔ کافی عرصہ سے علیل تھے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور انکے صاحبزادگان کو ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

افضل شاہد اعوان (مدیر اعلیٰ)

گداگری اور اِسلامی تعلیمات

تحریر: مفتی سید صابر حسین
(شرعی کوارڈینیٹر برج اسلامک بینک لمیٹڈ کراچی)

حدیث مبارک: عَنِ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا اَنَّ النَّبِیَّصَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتزَالُ الۡمَسۡئَلَۃُ بِاَحَدِکُمۡ حَتّٰی یَلۡقَی اللّٰہَ وَ لَیۡسَ فِیۡ وَجۡھِہٖ مُزۡعَۃُ لَحۡمٍ ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے اپنے والد (حضرت عمر ؓ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص خود کو مانگنے کا عادی بنالے، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کی کوئی بوٹی نہ ہوگی (یعنی اُس کا چہرہ بے نور ہوگا)۔ تخریج: (صحیح مسلم ، کتاب الزکوٰۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، رقم الحدیث: 2443)

تشریح: زیرِ مطالعہ حدیث مبارک میں گداگری یعنی بھیک مانگنے کی مذمت بیان کرتے ہوئے اِس کے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی کئی دوسری احادیث کریمہ بھی موجود ہیں، جن میں بلاضرورت و مجبوری سوال کرنے سے سخت الفاظ کے ساتھ روکا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص بلاضرورت مانگتا ہے، وہ گویا اپنے ہاتھ میں انگارے چُنتا ہے''۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کیا تا کہ وہ مالدار ہوجائے تو وہ اپنے چہرے کو قیامت تک کے لئے مجروح کردیتا ہے اور جہنم کے گرم پتھر کھائے گا۔ اب جو شخص چاہے اپنے لئے یہ چیزیں زیادہ مقدار میں فراہم کرے یا کم مقدار میں۔ (ترمذی)۔

مزید یہ ہے کہ صدقہ کسی غنی کے لئے جائز نہیں ہے اور نہ کسی ایسے کے لئے جائز ہے جو توانا و تندرست ہو، (سنن ابی داؤد، کتاب الزّکوٰۃ، باب من یعطی من الصدقۃ و حد الغنی)۔

آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے

کوئی شخص رسی کپڑے اور اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لاد کر لائے، اِس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس آئے اور اس سے سوال کرے، وہ اسے دے یا نہ دے۔ ذکر کردہ احادیث کریمہ کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بھیک مانگنے کے عمل کو ناپسند فرمایا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بھکاری کے چہرے سے رونق غائب ہوجاتی ہے اور انسانیت مجروح ہوتی ہے لہٰذا بلاضرورت لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے والوں کو خود اپنے انجامِ بد پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

البتہ انتہائی ضرورت اور مجبوری کے تحت دست سوال دراز کرنے کی شریعت مطہرہ نے حدود و قیود کے ساتھ اجازت بھی دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ سوال کرنا خراش (نوچنے) کی مانند ہے، جو بھی سوال کرتا ہے، وہ (دراصل) اپنے چہرے کو نوچتا ہے۔ لہٰذا جو شخص چاہے اپنے چہرے کو اِس حال میں رکھے اور چاہے ترک کردے۔ البتہ ناگزیر صورتِ حال میں کسی صاحب اقتدار یا کسی اور سے سوال کرنا جائز ہے۔ اسی طرح سنن نسائی کی ایک طویل حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ دست سوال دراز کرسکتے ہیں۔ جن میں دو یہ ہیں:

۱)۔ ایک وہ شخص جس کا مال کسی مصیبت کی وجہ سے ہلاک ہوجائے، لہٰذا وہ سوال کرسکتا ہے جب تک کہ اُسے گزر بسر کی چیزیں حاصل نہ ہوجائیں۔

۲)۔ وہ شخص، جو فاقہ میں مبتلا ہو یہاں تک کہ اِس کے محلے کے تین افراد یہ کہہ دیں کہ وہ (واقعی میں) فاقہ زدہ ہے، تو وہ بھی اپنی گزر بسر کی حد تک سوال کرسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے علاوہ جو بھی سوال کرتا ہے وہ حرام مال کھاتا ہے، (**سنن نسائی**)۔

کچھ عرصے پہلے تک کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا انتہائی معیوب عمل سمجھا جاتا تھا اور خال خال ہی لوگ بھیک مانگتے ہوئے نظر آتے تھے۔ لیکن آج جب شاہراہوں، گلی کوچوں، فٹ پاتھوں، سگنلز اور چورنگیوں پر نظر ڈالی جائے، تو ہر جگہ بڑی تعداد میں بچے بچیاں، جوان مرد و عورت اور بوڑھے بھیک مانگتے نظر آئیں گے۔ اِن میں اکثر وہ لوگ ہیں، جو کسی مجبوری کے بغیر پیشے کے طور پر

گداگری کررہے ہیں۔انہوں نے بھیک مانگنے کے نت نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں،جن کے ذریعے وہ سادہ لوح لوگوں کے جذبات سے کھیلتے ہوئے بڑی آسانی سے اُنہیں بیوقوف بنا لیتے ہیں۔دراصل یہ تن آسانی اور مفت خوری کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس پیشے کو اپنانے میں انہیں کسی قسم کی شرمندگی نہیں ہوتی بلکہ اِس پر فخر کرتے ہیں کہ وہ محنت ومشقت کرنے والوں سے بہتر کمارہے ہیں۔اِن جعلی اور تن آسان بھکاریوں کی وجہ سے حقیقی مستحق،سفید پوش اورضرورت مند افراد امداد سے محروم رہ جاتے ہیں۔

آج گداگری ایک معاشرتی وسماجی ناسور کی صورت اختیار کرچکی ہے،جس کا سدِّ باب انتہائی ضروری ہے۔ایسے بہت سارے گروہ وجود میں آچکے ہیں،جو باقاعدہ ان بھکاریوں کو اپنے گروہ میں شامل کرتے ہیں۔اُنہیں بھیک مانگنے کے لئے جگہ الاٹ کی جاتی ہے۔جہاں اُن کے علاوہ کوئی اورنہیں آسکتا۔اِن میں اکثر جرائم پیشہ افراد شامل ہوتے ہیں یا بعد میں مجرم بن کر مختلف جرائم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اخبارات میں اکثر یہ خبر پڑھنے کو ملتی ہے کہ اِس گھناؤنے پیشے سے وابستہ خواتین گھروں میں بہانے سے داخل ہوکر پوری معلومات جمع کر لیتی ہیں اور پھر ڈاکوؤں کو فراہم کردیتی ہیں۔آئے روز سڑکوں پر ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں،جب کسی راہ گیر کو اکیلے پاکر اُسے لوٹ لیا جاتا ہے۔الغرض گداگری کی وجہ سے جرائم کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔یہ واضح رہے کہ گداگری پر قانونی طور پر پابندی کے باوجود اِس میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔اس کی جملہ وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس گھناؤنے فعل کو باقاعدہ قانون کے ذمہ داروں کی معاونت حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ اِنہیں ختم کرنے کے لئے کوئی بھی اقدام کامیاب نہیں ہوتا۔

گداگروں کا ایک گروہ وہ بھی ہے،جو ہیروئن،چرس،شراب اور دیگر منشیات کے عادی افراد پر مشتمل ہے۔اِن میں سے اکثر لوگ نشے کی عادت کی وجہ سے کام کاج اور محنت کے قابل نہیں ہوتے اور اِنہیں اپنا نشہ مٹانے کے لئے پیسوں کی ضرورت بھی ہوتی ہے،لہٰذا یہ لوگ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے بھیک مانگنے کا سہارا لیتے ہیں۔اس گروہ کے افراد اکثر بسوں پر،

شہر کی مختلف شاہراہوں اور مارکیٹوں میں بھیک مانگتے نظر آتے ہیں اور اپنے چال ڈھال سے فوراً پہچان لئے جاتے ہیں۔اِن منشیات کے عادی بھکاریوں کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل کے اَخلاق وکردار پر بہت زیادہ منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔علاوہ ازیں گداگری ملک کی بدنامی اوررسوائی کا بھی باعث ہے۔

گداگری کے اس ناسور کو معاشرے سے ختم کرنے کے لئے اربابِ اختیار پر لازم ہے کہ وہ اِس حوالے سے انتہائی اَقدامات اُٹھائیں۔جو لوگ اِس قبیح فعل میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں،اُنہیں بھی قرار واقعی سزادی جائے۔قانون شکنی کسی بھی صورت میں برداشت نہ کی جائے۔جو لوگ واقعی کسی مجبوری کے تحت اِس ناپسندیدہ عمل میں مبتلا ہیں،اُن کی مجبوریوں کو ختم کیا جائے۔اُن کے لئے روزگار کے بہتر مواقع پیدا کئے جائیں۔روز افزوں بڑھتی ہوئی مہنگائی پر قابو پایا جائے۔اسی طرح جن لوگوں نے گداگری کو بطورِ پیشہ اختیار کیا ہوا ہے،اُن سے سختی سے نمٹا جائے،اُن کی اَخلاقی اور نفسیاتی تربیت کے لئے ادارے قائم کئے جائیں،جہاں اُنہیں اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت دے کر معاشرے کا فعال کارکن بنایا جائے۔اِن اُمورِ خیر میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اَفراد بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تو پھر جلد بہتر نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

عام لوگوں کو چاہئے کہ اپنی زکوٰۃ وخیرات اور دیگر عطیات ان گداگروں کو دینے کے بجائے اُنہیں اپنے عزیز واقارب اور حقیقی ضرورت مندوں کو دیں۔اِس سے نہ صرف گداگروں کی حوصلہ شکنی ہوگی بلکہ زکوٰۃ وخیرات حقیقی مستحقین تک پہنچے گی۔شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ حقیقی مستحقین کو ڈھونڈ کر اُنہیں اُن کا حق پہنچایا جائے۔فقہاءِ کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنی زکوٰۃ بغیر تحقیق کسی ایسے شخص کو دی،جو اِس کا مستحق نہیں ہے تو اُس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔رسولِ پاک ﷺ نے بھی اپنے عزیز واقارب کو زکوٰۃ دینے کی تعلیم دی ہے۔حدیث مبارک میں ہے کہ آپ ﷺ نے اُمت کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ!قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرتا جس کے رشتہ دار اس کے(حسن)

سلوک کے محتاج ہوں اور وہ انہیں چھوڑ کر دوسروں کو صدقہ دے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس پر (کرم کی) نظر نہ فرمائے گا۔ اور یہ فرمایا ہے کہ عزیز و اقارب کو دینے سے دینے والے کو دُونا (double) ثواب ملتا ہے۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ! مسکین کو دینے سے ایک ثواب ہے اور رشتہ دار کو دینے سے دو ثواب ہے ایک صدقہ دینے کا اور دوسرا صلۂ رحمی کا۔ لہٰذا وہ رشتہ دار جنہیں صدقات واجبہ و زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے، اگر وہ واقعی مستحق ہوں تو پہلے انہیں دی جائے بعد میں دوسروں کو۔ اس طرزِ عمل سے گداگری کو بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔

قارئین کی معلومات میں اضافہ کی غرض سے ذیل میں اختصار کے ساتھ اُن لوگوں کو تحریر کیا جا رہا ہے، جنہیں زکوٰۃ و دیگر صدقاتِ واجبہ نہیں دیئے جا سکتے ہیں۔

۱)۔ اپنی اصل یعنی والدین، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ۔

۲)۔ اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ نواسی وغیرہ۔

۳)۔ بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

۴)۔ سید اور بنو ہاشم

برائے ایصال ثواب

اس مجلّہ کی اشاعت میں محترم مولانا محمد منصور قادری عطاری صاحب مہتمم جامعہ **فیضان مصطفی** ڈھوک مسکین آباد حسن ابدال و مالک **مدنی کتب خانہ اینڈ عطر ہاؤس** لاری اڈہ حسن ابدال نے اپنی والدہ محترمہ کے ایصال ثواب کے لیے خصوصی تعاون فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ کریم ان کی والدہ محترمہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ قارئین کرام سے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

میدان کربلا میں فرزندان علی و برادران حُسین

ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شہادت نظر انداز کیوں؟

تحریر: افضل شاہد اعوان (مدیر اعلیٰ)

نواسۂ رسول سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے کربلا کے تپتے میدان میں اسلام کی سربلندی کے لیے جو عظیم قربانیاں دیں انھیں تا قیام قیامت یاد رکھا جائے گا۔ محبان اہل بیت ان بے مثال قربانیوں پر ان نفوس قدسیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں گے، چونکہ محرم الحرام میں یہ سانحہ عظیمہ وقوع پذیر ہوا اس لیے اس ماہ میں بطور خاص سنیوں کے ساتھ ساتھ اہل تشیع حضرات بھی اہل بیت کی محبت میں محافل کا انعقاد کرتے ہیں جن میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے جانثار ساتھیوں کی بارگاہ میں نظم و نثر ہر دو صورتوں میں ہدیہ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ واعظین اور مقررین حضرت امام عالی مقام اور ان کے رفقاء کے علیحدہ علیحدہ نام بنام واقعات شہادت اور ان کی جرأت و بہادری کو خوبصورتی اور جذباتی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان میں حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی اولاد پاک کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے اور دینی بھی چاہیے کیونکہ ان کا تعلق خاندان نبوت سے ہے، لیکن مقام افسوس بھی ہے اور مقام حیرت بھی کہ کچھ شخصیات ایسی بھی ہیں کہ ان کا تعلق تو خاندان نبوت سے ہے مگر ان کا ذکر مطلقاً سننے سنانے میں نہیں آتا۔ ان میں حضرت حیدر کرار مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تین صاحبزادے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ چونکہ یہ اسماء گرامی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم صحابہ خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اور خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھے گئے ہیں جو کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں کی ان تینوں صحابہ کرام سے عقیدت و محبت کی واضح دلیل ہے اس لیے کہ کوئی بھی اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھنا پسند نہیں کرتا۔

جبکہ اہل تشیع کے نزدیک یہ تینوں صحابہ (العیاذ باللہ) منافق، اہل بیت کے دشمن اور ان کا حق مارنے والے ہیں لہٰذا ان کی تو یہ مجبوری ہے کہ وہ اگر کربلا میں شہید ہونے والے فرزندان علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کا اپنی محافل میں واقعہ شہادت بیان کریں تو ان کے لوگ یہ سوال کریں گے کہ جناب اگر خلفائے ثلاثہ اہل بیت کے دشمن تھے تو مولا علی اور حضرت حسن نے اپنی اولاد کے نام ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر کیوں رکھے ہیں؟۔ جو لوگ اہل تشیع کے عقائد سے آگاہ ہیں وہ اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں کہ وہ خلفائے ثلاثہ کے ایمان کے قائل نہیں ہیں۔ اگر وہ کبھی گفتگو میں ان کا نام احترام سے بھی لیں تو وہ یقیناً تقیہ سے کام لے رہے ہوتے ہیں۔

اہل تشیع کی صحاح اربعہ اور ان کی دیگر معتبر کتب سے یہی عقیدہ اخذ ہوتا ہے، ان کی تو یہ مجبوری ہے کہ اگر وہ اصحاب ثلاثہ کو ایمان والا تسلیم کریں تو انھیں اپنی کتب سے انحراف کرنا پڑے گا اور اگر اپنی کتب پر یقین رکھیں تو اصحاب ثلاثہ کے ایمان کا لازمی انکار کرنا پڑے گا۔ چونکہ ان دونوں باتوں کا جمع کرنا محال ہے اس لیے پورے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل تشیع خلفائے ثلاثہ کے ایمان کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، اب اگر شیعہ علماء و ذاکرین مولا علی رضی اللہ عنہ کے ان بیٹوں اور پوتوں کا ذکر کربلا کے واقعات میں شامل کریں تو ان کے عقیدے کا بطلان لازم آئے گا لہٰذا وہ ان شہدائے کربلا کا ذکر سرے سے ہی گول کر دیتے ہیں، لیکن سُنی علماء اور واعظین کو کیا مسئلہ ہے؟ کہ وہ بھی ان نفوس قدسیہ کا ذکر نہیں کرتے۔ ہم اہل سنت تو چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کو حق مانتے ہیں اسی لیے ہم حق چار یار کا نعرہ لگاتے ہیں، لہٰذا ہمیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان بیٹوں اور پوتوں کا ذکر بطور خاص کرنا چاہیے جن کے نام حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ناموں پر ہیں۔ شاید کوئی یہ سمجھے کہ ان حضرات کا ذکر تو ملتا ہی نہیں ہے تو ایسا سوچنا بالکل غلط ہے، نہ صرف یہ کہ ان کے اسمائے گرامی کربلا میں موجود خاندان نبوت کے افراد میں شامل ہیں بلکہ کتب

میں بطور خاص ان کے واقعات شہادت بھی مذکور ہیں۔ میں تاریخ کی پرانی کتب کو فی الوقت چھوڑ کر عہد حاضر کی سُنی شیعہ کتب سے تینوں صاحبزادوں کا تذکرہ ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لکھتے ہیں! آپ کے بعد حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہ برادر امام خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے بھائی جان مجھے بھی اجازت دو تا کہ میں بھی اس دار مصیبت سے نجات پاؤں۔ امام نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمانے لگے! اچھا خیر تم ایک ایک کر کے سب جاؤ مگر اتنا بتا جاؤ کہ مجھے کس پر چھوڑے جا رہے ہو۔ رو کر عرض کرنے لگے! بھائی جان آج آپ کے قابل میرے پاس سوائے جان کے کوئی تحفہ نہیں ہے، سب اپنی اپنی جانیں حضور پر صدقہ کر رہے ہیں میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ کر سکتا ہوں اس سے دریغ نہ کروں۔

امروز کہ یار من مرا مہمان است   بخشیدن جان و دل مرا پیمان است
دل خطرے نیست سخن در جانست   جان افشانم کہ روز جاں افشانست

غرض کہ امام ہمام نے مجبوراً اجازت دی۔ آپ میدان میں تشریف لائے اور رجز پڑھنے لگے جس کا ترجمہ ابوالمفاخر نے یہ کیا ہے:

شاہ بردار من است اختر آسمان دیں   مہتر بہتر زمان قبلہ و قدوہ زمین
لالہ روضہ صفا گلبن باغ آصفی   چشم و چراغ مصطفیٰ امیر و امام یادسین
گوہر کان اجتبیٰ مہر و سپہر اہتدیٰ   طرۂ نشان طا و ہا چہرہ کشائے یادسین
من نہ برادر ویم خادم و چاکر ویم   پیش دو دیدۂ شما خارجیان تیرہ دین
تحفہ جان و دل بکف آمدہ ام در گہش   دیدۂ و رخ بر آستان تیغ و کفن در آستین

اس کے بعد آپ نے مبارز طلب کیا مگر کسی میں تاب مقابلہ نہ تھی جو آتا۔ آخر خود صفوف اشقیا میں گھسے اور کافی اشقیا جہنم میں پہنچائے۔ اس گھمسان میں آپ کے اکیس کاری زخم آئے۔ آخرش قدام موصلی خبیث یا بروایت و دیگر عبداللہ بن عقبہ غنفری یا زخیر بن بدر نخعی خبیث کے تیر نے آپ کو نڈھال کیا اور آخر کار

رخت ازیں منزل فانی بربست　　　بطرب خانہ جاوید نشست

بہشت بریں سدھارے۔امام لاشہ مبارک کو خیمہ میں لائے اور شہداء ناز کے ہم پہلو سلا دیا۔

(اوراق غم: ص،۳۹۳،۳۹۴،مطبوعہ لاہور)

اہل سنت کے مشہور زمانہ خطیب حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''شام کربلا'' میں اسی طرح کا مضمون نقل کیا ہے۔اہل تشیع کے ایک عالم علامہ حافظ محمد بن علی بن شہر آشوب (متوفی ۵۸۸ھ) نے بھی اپنے ایک مضمون باعنوان **''ابوعبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام مناقب آل ابی طالب''** میں جس کا ترجمہ شیعہ عالم مولانا ملک محمد شریف ملتانی نے کیا حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا: ''پھر ابوبکر بن علی علیہ السلام یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے

شیخی علی ذوالفخار الاطول　　من هاشم الخير الكريم المفضل

هذا حسين ابن النبی المرسل　　عنه نحامی بالحسام المعقل

تغديه نفسی من اخی ببحل

آپ لگاتار جہاد فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کو زجر بن بدر نخعی نے قتل کیا۔ایک روایت میں آپ کا قاتل عقبہ غنوی بیان کیا گیا ہے۔(ہفت روزہ ''اخبار شیعہ'' لاہور کربلا نمبر بابت ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء، جلد ۴۲ شمارہ ۱،۲، ص ۷۴،۷۵)

حضرت عمر بن علی رضی اللہ عنہ

صاحب ''تفسیر الحسنات'' حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!''اس کے بعد حضرت عمر بن علی دوسرے بھائی امام ہمام کے باجازت امام میدان میں آئے اور فرمانے لگے

ما عافیت نثار رہ درد کردہ ایم　　جاں را بمن یزید عدم فرد کردہ ایم

زیں بحر آب گوں چو کسے آب خوش نخورد　　دل راز آب خورد جہاں سرد کردہ ایم

پھر وہ محاربہ ومقاتلہ فرمایا کہ اشقیا کے دانت توڑ دیئے آخرش بہشت بریں کو سدھارے۔

(اوراق غم،ص ۳۹۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شام کربلا'' میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا شیعہ عالم نے اس بارے میں لکھا: پھر آپ کا بھائی عمر یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا

خلوا عداة الله حلوا من عمر　　خلوا عن الليث الهصور المكفهر

يغر بكم بيته ولا يفر　　يا زجر يا زجرتدان من عمر

اللہ کے دشمنو! عمر سے ہٹ جاؤ۔خوف ناک شیر بیشہ سے ہٹ جاؤ، تمہیں اپنی تلوار پر رکھ لے گا اور بھاگے گا۔اے زجر،اے زجر عمر کے مقابلہ میں آجاؤ۔(ہفت روزہ اخبار شیعہ لاہور کربلا نمبر ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء)

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!''ان کے بعد اُن کے دوسرے بھائی حضرت عمر بن علی رضی اللہ عنہ جو خلیفہ ثانی اور خلیفہ برحق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہم نام ہیں بہ اجازت امام پاک میدان میں آئے اور خداداد قوت وطاقت سے بہت سے یزیدیوں کو مارتے اور کاٹتے ہوئے جنت الفردوس میں سدھارے رضی اللہ عنہ۔ ان کے بعد ان کے تیسرے بھائی حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ نے جو خلیفہ ثالث اور خلیفہ برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہم نام ہیں اپنے دو بھائیوں کا خون زمین پر بہتا ہوا دیکھا تو آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی،ادھر اپنے بھائی یعنی امام پاک کی خدمت کا جذبہ رگوں میں خون بن کر دوڑنے لگا تو آگے بڑھ کر عرض کی جہاں آپ کے دو جاں باز خلعت فاخرہ شہادت زیب تن کر گئے وہاں ایک حلہ مجھے بھی عطا ہو کہ میں بھی آپ کا بھائی ہوں۔امام پاک نے فرمایا تم میری عظمت کا تاج ہو جاؤ اور کوثر پر تشنگی بجھاؤ، میں بھی تمہارے پاس آنے والا ہوں، حضرت عثمان امام پاک سے اجازت لے کر میدان میں آئے اور یوں کہا ؎

آمدہ عثمان بجنگ تیغ یماں در یمین　　خوردہ بہ قتل شما پیش برادر یمین

شامی مدبر چرا تیغ کشد بر حسین　　نیست دلش را مگر دیدۂ انصاف میں

صبح شہادت دمید وقت صبوح من است　　مست شوم دم بدم از قدح حور عین

پھر خوب لڑے اور ایسے گراں بار حملے کیے کہ سواروں کو گھوڑوں پر نشست دوبھر ہوگئی اور پیدل پس پس کر رہ گئے آخر زخموں سے چور ہو کر خولی بن یزید اصبحی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا اور بہشت بریں میں پہنچ گئے رضی اللہ عنہ۔　　(شام کربلا،ص ۱۵۳،مطبوعہ لاہور)

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''اوراق غم'' میں اسی طرح

لکھا ہے۔شیعہ عالم اس بارے میں لکھتے ہیں: آپ نے اپنے بھائی کے قاتل زجر کو واصل جہنم کیا پھر میدان جنگ کے اندر گھس گیا اور آپ کا بھائی یہ شعر کہتا ہوا باہر نکلا۔

انی انا عثمان ذو المفاخر   شیخی علی ذوالنعال الطاهر

میں عثمان ہوں بے شک صاحب فخر ہوں میرے والد علی ہیں جو پاکیزہ افعال کے مالک ہیں

هذا حسین سید الاخابر   و سید الصغار والاکابر

یہ حسین اپنے بھائیوں کے سردار بلکہ ہر چھوٹے بڑے کے سردار ہیں

بعد النبی والوصی الناصر

نبی اور وصی ناصر کے بعد

خولی بن یزید اصبحی نے آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو پر تیر مارا آپ گھوڑے سے گر پڑے اور بنو ابان بن حازم کے ایک آدمی نے آپ کا سر کاٹ لیا۔(ہفت روزہ اخبار شیعہ لاہور کربلا نمبر ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء)

ضعیف احادیث اور غیر مقلدین

خصوصاً زبیر علی زئی

(غالی غیر مقلد کا جواب الجواب) (قسط اول)

تحقیق: ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علی سیدالانبیاء و المرسلین: أمابعد!

بندہ ناچیز کا ایک مضمون [ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ، منکرین حدیث کا نیا روپ] مجلّہ ''البرہان الحق جولائی تا ستمبر ۲۰۱۲ء'' میں شائع ہوا، علاوہ ازیں یہی مضمون [النظامیہ لاہور، الحقیقہ شکر گڑھ، چار یار مصطفیٰ راولپنڈی اور سواد اعظم دہلی (انڈیا) میں بھی شائع ہوا اور عوام و خواص خصوصًا علمائے اہل سنت نے اس کو بہت پسند فرمایا مگر غیر مقلد زبیر علی زئی مدیر ''الحدیث'' حضرو کو یہ بات پسند نہیں آئی اور انھوں نے اپنے شمارہ الحدیث جون، جولائی ۲۰۱۳ء میں اس پر اعتراضات وارد کیے جن کا تحقیقی جواب حاضر خدمت ہے۔ سب سے پہلے یہ بات سمجھ لی جائے کہ اس مسئلہ میں ہمارا اہل سنت و جماعت کا مؤقف کیا ہے، ہمارا مؤقف بالکل دوٹوک اور واضح ہے کہ ہم نہ ضعیف حدیث کا کلی انکار کرتے ہیں اور نہ کلی اقرار، عقائد و احکام میں ضعیف احادیث کو قبول نہیں کرتے، صحیح احادیث کے مقابل بھی قبول نہیں کرتے، فضائل اعمال و مناقب وغیرہا میں ضعیف احادیث کو قبول کیا جاتا اور ضعیف روایات کو احادیث میں ہی شمار کیا جاتا ہے جب تک اس میں شدید ضعف نہ ہو یا وہ موضوع نہ ہوں، جرح و تعدیل کے معاملے میں محدثین کے فیصلے کو اجتہادی معاملہ سمجھتے ہیں۔

جن صورتوں میں ضعیف روایات کو ترک کرنا ہے:

(۱) جب کوئی ضعیف روایت قرآن کے خلاف ہو

﴿۲﴾ جب کوئی ضعیف روایت کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو
﴿۳﴾ جب کسی ضعیف روایت میں کوئی راوی کذاب یا اس میں شدید ضعف ہو

جن صورتوں میں ضعیف روایات قبول ہیں
﴿۴﴾ جب کوئی ضعیف روایت قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو اور اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ ہو
﴿۵﴾ جب کسی ضعیف روایت میں راوی کذاب نہ ہو اور اس کے کسی راوی میں شدید ضعف بھی نہ ہو تو قبول ہے جبکہ وہ فضائل میں ہو
﴿۶﴾ جب کسی ضعیف روایت کے متابعات اور شواہد ہوں تو

ان تمام صورتوں میں ضعیف حدیث کا کلی انکار کرنا بھی غلط ہے اور ان ساری صورتوں میں ضعیف روایات کا حجت ماننا بھی غلط ہے بلکہ جن صورتوں میں ان کی قبولیت ہے ان کو قبول کرنا ہے اور جن صورتوں میں ان کا ترک ہے تو ان صورتوں میں ضعیف روایت کا ترک کرنا ہے یہی سلف صالحین، محدثین وفقہاء کا منہج ہے۔اس تمہید کے بعد اب ہم زبیر علی زئی سے مخاطب ہوتے ہیں۔

غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے الحدیث شمارہ ۱۰۶ جون ۲۰۱۳ء صفحہ نمبر ۳۰ تا ۳۴ تک دس نمبروں کے تحت محدثین کے اقوال لکھے جس میں یہ تاثر دیا کہ یہ حضرات بھی مطلقاً ضعیف حدیث کو رد کرتے ہیں مردود سمجھتے ہیں لیکن یہ ان کی بھول ہے میرا موضوع ضعیف حدیث کا کلی انکار ہے اور زبیر علی زئی غیر مقلد جزوی انکار رکھتا ہے اور محدثین کی بات میں اپنا فہم داخل کرتا ہے اور موڑ توڑ کر اپنا الو سیدھا کرتا ہے آیئے دیکھیں محدثین ضعیف احادیث کے بارے میں صراحتاً کیا فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں:

[قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف فى فضائل الأعمال]

ترجمہ: بے شک علماء کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے

(شرح الأربعين للنووی ص۱)

﴿۲﴾ علامہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

[لجواز العمل به فى فضائل الاعمال بالاتفاق]

ترجمہ: فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل بالاتفاق جائز ہے (حرز ثمین شرح مع حصن حصین ص۲۳)

﴿۳﴾ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة ،وبالحسن اخرى]

ترجمہ: بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا (الميزان الكبرٰى للشعرانی ۱/۶۸ مطبوعه مصر)

﴿۴﴾ امام عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں (تدریب الراوی ۱/۲۹۸ مطبوعه الرياض، تحذير الخواص ۷۳)

﴿۵﴾ امام عثمان بن عبدالرحمٰن، أبوعمرو تقی الدین المعروف بابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل مواعظ، قصص، فضائل اعمال، ترغیب وترہیب وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں (مقدمة ابن الصلاح فى علوم الحديث ص۱۰۳ مطبوعه بيروت)

﴿۶﴾ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[الضعيف غير الموضوع يعمل به فى فضائل الاعمال]

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف جو موضوع نہ ہو پر عمل کیا جائے گا

(فتح القدير لابن همام ۱/۳۴۹)

﴿۷﴾ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

[محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل کرتے ہیں] (النكت على مقدمة ابن الصلاح ۲/۳۰۸ مطبوعه الرياض)

﴿۸﴾ علامہ جمال الدین القاسمی الدمشقی ضعیف حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

[اور زہد، مکارم الاخلاق جن کا تعلق حلال وحرام سے نہیں ہوتا موضوع روایات کے سوا دیگر روایات میں نرمی برتتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں]

(قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث ص۱۷)

﴿۹﴾ علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

[الجمهور على العمل بالحديث الضعيف الذی ليس بموضوع فی فضائل الاعمال]

ترجمہ: جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے

(حلية المحلی شرح منية المصلی)

﴿۱۰﴾ امام حافظ السخاوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ضعیف کے بارے میں فرماتے ہیں:

[ضعیف حدیث فضائل میں عمل کے لئے مقبول ہوتی ہے] (فتح المغيث /۷۳)

یہی بات زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے [**التقييد والايضاح شرح مقدمة ابن الصلاح** ص۱۳۵] اور برہان الدین ابو اسحاق الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے [**الشذا الفياح من علوم ابن الصلاح** ۱/۳۳۲، ۳۳۳] امام حاکم نے [**المستدرك على الصحيحين** ۱/۴۹۰] میں، امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے [کتاب الامام ۱/۱۷۱] میں، حافظ ابن تیمیہ [فتاوی ابن تیمیہ ۱/ ۳۹] میں محمود عیدان احمد الدلیمی نے [**جرح الرواة وتعديلهم** ۶/ ۵۰] میں اور علی بن نایف الشحود نے [**الخلاصة فی أحكام الحديث الضعيف** ص۳۹] میں

اور غیر مقلدین کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی نے [فتاوی نذیریہ ۱/ ۳۰۳] میں، نواب صدیق حسن خاں نے [دلیل الطالب علی ارجع المطالب ص۸۸۹] میں، مولانا ثناء اللہ امرتسری [اخبار اہل حدیث ۱۵ شوال ۱۳۴۶ھ] میں مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے [فتاوی اہل حدیث ۲/ ۴۷۳] میں فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کرنے کو صحیح سمجھا ہے۔

زبیر علی زئی خود بھی اس بات سے متفق ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح بخاری میں [ضعیف روایات] درج کی ہیں دیکھئے [الحدیث جولائی ۲۰۱۳ ص۲۳]

گزارش ہے کہ اگر آپ کے بقول ضعیف روایات مردود روایات ہیں تو ان تمام محدثین بشمول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اپنی اپنی کتابوں میں اور وہ بھی صحاح ستہ کی کتب میں ان ضعیف یعنی بقول زبیر علی زئی کے مردود روایات کو نقل کیا ہے اگر وہ حضرات ان کو مردود روایات سمجھتے تو کیا وہ ان روایات کو اپنی کتابوں میں نقل کر کے وہ بھی بغیر اس کو مردود بتائے جرم نہیں کر رہے؟ اگر جواب ہاں میں ہیں تو کھلم کھلا اعلان کریں اور اگر جواب نہیں میں ہے تو ضعیف احادیث کا کلی انکار سے رجوع کا اعلان کریں زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کا دفاع کرنا اہل حدیث کا شعار ہے دیکھئے [الحدیث جون ۲۰۱۳ ص۱۹]

اس کا مطلب ہے جب بخاری ومسلم کتب نہیں تھیں اہل حدیث کا شعار بھی نہ تھا اور اہل حدیث یعنی غیر مقلدین بھی نہ تھے آیئے دیکھتے ہیں کہ بخاری کے دیوانے صحیح بخاری پر کس طرح عمل کرتے ہیں صرف ۱۰ روایات پیش خدمت ہیں۔

﴿۱﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب [الابراد بالظهر فی شدة الحر] کے تحت یہ روایت لکھی:

[حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے] (صحیح بخاری ۱/۳۲۰)

جبکہ اس کے مقابلے میں غیر مقلدین کا عمل ظہر کی نماز گرمیوں میں جلدی پڑھنا ہے

﴿۲﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [الميت يسمع خفق النعال] مردہ جانے والوں کے جوتوں کی آوازوں کو سنتا ہے، کے تحت حضور ﷺ کا یہ فرمان لکھا:

[جب آدمی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آوازوں کو سنتا ہے] (صحیح بخاری ۱/۵۷۹)

جبکہ غیر مقلدین مردے کا سننا مانتے ہی نہیں

﴿۳﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [الصلوٰة بعد الفجر حتىٰ ترتفع الشمس] کے تحت یہ روایت نقل فرمائی:

[حضور ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک] (صحیح بخاری ۱/ ۳۱۷)

جبکہ غیر مقلدین کا عمل اس کے مخالف ہے، وہ فجر کی نماز کے بعد فجر کی سنتیں پڑھتے ہیں

﴿۴﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [اذا رکع دون الصف] صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کرنا کے تحت یہ روایت نقل فرمائی:

[حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ وہ حضور ﷺ کے پاس اس وقت پہنچے جب آپ ﷺ رکوع میں تھے تو صف میں شامل ہونے سے پہلے انھوں نے رکوع کرلیا پھر حضور ﷺ سے یہ بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس سے زیادہ تجھ کو حرص دے لیکن پھر ایسا نہ کر] (صحیح بخاری ۱/ ۳۸۶)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی ہوتی لیکن غیر مقلدین کا عمل اس کے مخالف ہے

﴿۵﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [الاذان یوم الجمعة] کے تحت یہ روایت نقل کی:

[سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت ہوگئے انھوں نے زوراء کے مقام پر تیسری اذان پڑھائی پھر یہ مستقل طریقہ ہوگیا]

نوٹ: دو اذانیں اور ایک اقامت کو اس روایت میں اکٹھا بیان کیا گیا ہے

(صحیح بخاری ۱/ ۴۳۰، ۴۳۱)

اب بھی ساری امت مسلمہ بشمول مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں جمعہ کی دوسری اذان دی جاتی ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور سے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت شروع ہوئی اور آج تک جاری وساری ہے سوائے اہل تشیع و غیر مقلدین کے سب مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں لیکن غیر مقلدین اس کو بدعت کہتے ہیں۔ دیکھئے [فتاوی ستاریہ ۳/ ۸۵، فتاوی علمائے حدیث ۲/ ۱۷۹، تیسر الباری ۲/ ۲۱]

﴿۶﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی:

[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ حضرت عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر جتنی مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کاٹ دیتے] (صحیح بخاری حدیث ۵۸۹۲)

اس روایت کے راوی صحابی کا عمل یہ بتاتا ہے کہ مسنون داڑھی بقدر قبضہ ہے صحابہ کرام خصوصًا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے مزاج شناس بھی تھے، فقیہہ بھی تھے اس حدیث کے راوی بھی ہیں اور صحابی رسول ﷺ بھی ہیں مگر پھر بھی غیر مقلدین اس بات کو قبول نہیں کرتے:

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [میں کہتا ہوں کہ جو بات ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا داڑھی کٹوانا اور بقدر ایک مشت کے رکھنا یہ حج و عمرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے ہیں کہ داڑھی طول وعرض میں زیادہ بڑھ کر صورت کو بھدی اور بدنما نہ کردے، پھر آخر میں لکھا کہ حضرت ابن عمر، حضرت عمر فاروق، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا بھی ایسا ہی عمل تھا]

(فتح الباری ۱۰/ ۳۵۰ مطبوعہ بیروت)

لیکن غیر مقلدین کا عمل اس کے خلاف ہے یہ سامنے کی بات ہے

﴿۷﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [من اجاز طلاق الثلاث] کے تحت یہ روایت نقل فرمائی:

[حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دے دیں تو نبی ﷺ نے ان دونوں کو الگ کردیا یعنی تین طلاقیں واقع ہوگئیں] (صحیح بخاری ۱/ ۱۴۹)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی نقل فرمایا آپ فرماتے ہیں [اگر تو ایک بار یا دو بار طلاق دیتا تو رجعت کرسکتا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے مجھ کو ایسا ہی حکم دیا لیکن جب تو نے تین طلاق دے دیئے تو اب وہ عورت تجھ پر حرام ہوگئی یہاں تک کہ تیرے سوا کسی اور سے نکاح کرے

(صحیح بخاری ۱/ ۱۵۱)

جبکہ ان روایات پر غیر مقلدین کا عمل نہیں، بلکہ تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں

﴿۸﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت وتر کے بارے میں ایک باب [القنوت قبل الرکوع وبعده] کے

تحت یہ روایت بیان کی:

[عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا بیشک قنوت تھی میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد انھوں نے فرمایا رکوع سے پہلے میں نے کہا فلاں صاحب آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں رکوع کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینے تک قنوت (نازلہ) پڑھی تھی (جب ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا تو اس قبیلے کے خلاف)

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۰۰۲)

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی سوال ہوا:

[حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت وتر کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا یا قرأت سے فارغ ہو کر (یعنی رکوع سے پہلے) آپ نے فرمایا قرأت سے فارغ ہو کر] (صحیح بخاری رقم الحدیث ۴۰۸۸)

غیر مقلدین کا مستقل عمل رکوع کے بعد ہی ہے ان روایات کے خلاف عمل کرتے ہیں بلکہ رکوع کے بعد قنوت وتر ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں دیکھئے فتاوٰی علمائے حدیث ۳/ ۲۰۵، تحفۃ الاحوذی ۱/ ۲۴۳

نوٹ: غیر مقلدین قنوت نازلہ کی روایات پیش کرتے ہیں جبکہ قنوت نازلہ اور ہے اور قنوت وتر اور ہے قنوت وتر کا ثبوت بعد الرکوع نہیں ہے

﴿۹﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **[صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۵۶۹، ۵۵۷۰، ۵۵۷۳، ۵۵۷۴]** میں **مختلف الفاظ سے روایات لکھیں** جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی تین دن ہے مگر غیر مقلدین کا عمل ان روایات پر نہیں وہ قربانی چار دن کے قائل ہیں، اور خصوصًا چوتھے دن کرتے ہیں، اور اخبارات میں دیتے ہیں کہ ہم نے سنت کو زندہ کیا ہے

﴿۱۰﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ **نے باب [الصلوٰۃ قبل المغرب] کے تحت ایک روایت نقل فرمائی:**

[حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لمن

شاء کراھیۃ أن یتخذھا الناس سنۃ'' جو چاہے (وہ پڑھ لے) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت نہ بنالیں] (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۱۸۳)

لیکن غیر مقلدین اس کو سنت سمجھتے ہیں اور جو اس کو سنت نہ سمجھے تو اس کو ظالم اور بدعتی کہتے ہیں۔

دیکھئے: فتاوٰی علمائے حدیث ۴/ ۲۳۵

یہ چند روایات صحیح بخاری سے نقل کیں چونکہ یہ مضمون طوالت کا متحمل نہیں ہوسکتا اس کے لئے پوری ایک کتاب ہونی چاہیے یہ صرف ایک نمونہ ہے ان کے لئے جو لوگ بخاری بخاری کرتے رہتے ہیں اور خود بخاری پر عمل نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں

﴿علمی دنیا میں غیر مقلدین خصوصًا زبیر علی زئی کا انوکھا فراڈ﴾

غیر مقلد زبیر علی زئی نے یہ فن اپنے بڑے غیر مقلدوں خصوصًا عبدالرحمٰن مبارک پوری سے لیا ہے کیونکہ وہ اس فن میں بڑے ماہر تھے دیکھئے ان کی کتاب تحفۃ الاحوذی، زبیر علی زئی کا طریقہ واردات یہ ہے کہ اگر کوئی حسن یا صحیح حدیث پیش کرے تو یہ حضرت اسماء الرجال سے ان کے راویوں میں کسی کو زبردستی ضعیف ثابت کر کے اس روایت کو ضعیف قرار دے کر مردود کہہ دیں گے جبکہ اگر کثرت سے محدثین نے اس روایت کو حسن یا صحیح کہا ہو لیکن یہ حضرت ان کے حسن کہنے کو بھی مردود قرار دے دیتے ہیں، لیکن کوئی روایت جس کے بارے میں کثرت سے محدثین اس کو ضعیف قرار دے رہے ہوں مگر ہو وہ ان کے مطلب کی تو زبیر علی زئی اس کو زبردستی ادھر اُدھر کے اقوال سے اور کبھی زبردستی کے شواہد کی بناء پر اس روایت کو حسن قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس عزم کا پاس رکھ لیا جاتا ہے کہ ہم صحیح و حسن روایات پر عمل کرتے ہیں مثال حاضر ہے۔

﴿۱﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی روایت جو جامع ترمذی میں ہے اس کو تقریبًا ۶۰ سے زیادہ محدثین نے صحیح و حسن مانا ہے جبکہ زبیر علی زئی [الحدیث شمارہ ۳۴ ص ۱] پر لکھتے ہیں: [ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو اگر جمہور (مثلاً تین بمقابلہ دو) اس کی صریح یا اشارتًا توثیق کردیں تو یہ راوی صدوق حسن الحدیث ہوتا ہے]

جبکہ اسی ترک رفع یدین کے سارے راوی ثقہ ہیں اور خاص کر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس

کے حوالے سے خصوصی بات یہ ہے کہ میری کتاب [سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین] میں ۳۰ محدثین کی اصل کتب کے عکس سے مزین ثبوت دیکھئے کہ کسی ایک نے بھی تدلیس کی وجہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف نہیں قرار دیا ہے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کی تفصیل کے لئے کتاب ملاحظہ فرمائیں انٹرنیٹ کا لنک یہ ہے www.scribd/ zafarulqadri/documents

چونکہ یہ روایت ان کے خلاف ہے لہٰذا یہ حسن روایت بھی ضعیف بنا کر مردود قرار دے دی گئی

﴿۲﴾ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا [لا وضو لمن لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ] اس شخص کا وضو نہیں، جس نے اس سے قبل بسم اللہ نہیں پڑھی۔

یہ روایت حضرت ابوسعید الخذری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی، حضرت سعید بن زید، حضرت انس، حضرت سہل بن سعد، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یہ روایت ضعیف ہے اس بارے میں جتنی روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں محدثین ان سب کو ضعیف کہتے ہیں دیکھئے:

﴿۱﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے [مسائل احمد ۱/۳ مسئلہ ۱۶، ۷ا روایۃ ابن ھانی، ۱/۹۱ روایۃ عبداللّٰہ ۱/۹۹، روایۃ الکوسج، ۱/۶۲ روایۃ صالح، ص۶ روایۃ ابی داؤد صاحب السنن، التحقیق لابن جوزی ۱/۴۳ ا روایۃ الأثرم] میں

﴿۲﴾ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے [نصب الرایۃ ۱/۴] میں

﴿۳﴾ حافظ ابن رشد نے [بدایۃ المجتھد ۱/۷] میں

﴿۴﴾ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے [بلوغ المرام ص ۱۱] میں

﴿۵﴾ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے [الامام لابن دقیق العید ۱/۴۴۹، البدر المنیر ۲/۸۶] میں

﴿۶﴾ امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے [الاوسط لابن المنذر ۱/۳۶۸] میں

﴿۷﴾ امام ابوعبید القاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے [کتاب الطھور ص ۵۴] میں

﴿۸﴾ امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے [الضعفاء الکبیر للعقیلی ۱/۱۷۷] میں

﴿۹﴾ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے [البدر المنیر ۲/۸۹] میں

﴿۱۰﴾ علامہ ابن القیم نے [زاد المعاد ۲/۳۸۸] میں

اس کے علاوہ بھی دیگر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جہاں تک زبیر علی زئی نے یہ لکھا کہ سنن ابن ماجہ (۳۹۷) مسند احمد ۳/ ۴۱ کی روایت حسن لذاتہ ہے اور بوصیری نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے دیکھئے [الحدیث ص ۲۴ شمارہ ۱۰۷ جولائی ۲۰۱۳ء] میں، لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ مسند احمد کے محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے [مسند احمد ۳/ ۴۱ بتحقیق شعیب الارناؤوط رقم الحدیث ۱۱۳۸۸، ۱۱۳۸۹، اسنادہ ضعیف] اس کے علاوہ [تحقیق مسند احمد ۱۷/ ۴۶۴] میں بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے، مسند احمد کی روایت کو زبیر علی زئی نے خود بھی ضعیف کہا ہے دیکھئے شمارہ ۱۰۶ ص: ۳۰ میں لکھا [سنن ابن ماجہ کی سند حسن لذاتہ ہے اور باقی تمام روایت بلحاظ سند ضعیف ہیں] حالانکہ اس سے اوپر رواہ احمد بھی لکھا ہے، ہر ایک سند میں کوئی نہ کوئی راوی ضعیف ہے اور جہاں تک امام بوصیری کا معاملہ ہے تو انھوں نے [مصباح الزجاجۃ ۱/ ۵۹] میں جس روایت کو حسن کہا اس سے مراد حسن لغیرہ ہے کیونکہ اس میں ایک راوی [کثیر بن زید] کو درج ذیل محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے

﴿۱﴾ امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے [معرفۃ الرجال ص ۱۰۴ روایۃ ابن محرر، التاریخ لابن ابی خیثمۃ ص ۴۳۹] میں

﴿۲﴾ امام ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے [سوالات ابن ابی شیبۃ لابن المدینی ص ۹۵] میں

﴿۳﴾ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے [الضعفاء و المتروکین للنسائی ص ۲۰۶] میں

﴿۴﴾ امام یعقوب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے [تاریخ دمشق ۵۰/ ۲۵] میں

﴿۵﴾ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے [المجروحین ۲/ ۲۲۲] میں

﴿۶﴾ امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے [الجرح و التعدیل ۷/ ۱۵۱] میں

﴿۷﴾ امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے [الجرح و التعدیل ۷/ ۱۵۱] میں

﴿۸﴾ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے [الضعفاء والمتروکین ۳/ ۲۲] میں ذکر کیا

﴿۹﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے [مصباح الزجاجۃ ۱/ ۵۹] میں

﴿۱۰﴾ امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے [تہذیب التہذیب ۸/ ۳۷۱] میں

اس کے علاوہ بھی کئی محدثین نے اس راوی کو ضعیف سمجھا ہے

اس روایت میں دوسرا راوی [ربیح بن عبدالرحمٰن] ہے اس کو بھی درج ذیل محدثین نے ضعیف سمجھا ہے:

﴿۱﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''منکر الحدیث'' کہا [**علل الترمذی الکبیر :۱/۷**]

﴿۲﴾ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کو [دیوان الضعفاء ص:۹۹] میں شمار کیا

﴿۳﴾ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقریب میں مقبول اور [**نتائج الأفكار : ۱/۱۷۱**] میں ''مختلف فیہ'' قرار دیا

﴿۴﴾ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''**ليس بمعروف**'' [**الكامل لابن عدى:۳/۱۷۳**]

﴿۵﴾ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت کو غیر ثابت قرار دیا [**العلل المتناهية:۱/۳۳۸**]

﴿۶﴾ مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی اس کی روایت کے تحت لکھا ''اس کی سند میں کمزوری ہے

[**تحقیق مسند ابی یعلیٰ: ۲/۱۹**]

﴿۷﴾ امام حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مجہول قرار دیا ہے [**منحة العلام شرح بلوغ المرام: ص ۱۸۲**]

لہٰذا ان دلائل کے پیش نظر یہ روایت حسن لذاتہ نہیں ہوسکتی، جبکہ یہ زیادہ سے زیادہ حسن لغیرہ ہے اور زبیر علی زئی حسن لغیرہ کو مردود قرار دیتے ہیں دیکھئے [الحدیث شمارہ:۳۴ ص ۱] اس کے علاوہ زبیر علی زئی نے خود لکھا ''یہ مسئلہ تو قرآن سے ثابت ہوگیا............لہٰذا سنن ترمذی کی ضعیف روایت کی کوئی ضرورت نہیں'' [الحدیث :ص ۲۰ جولائی ۲۰۱۳ء شمارہ ۱۰۷] لہٰذا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب وضو کے فرائض قرآن کریم سے ثابت ہیں کہ وہ چار ہیں تو اس ضعیف روایت کی ضرورت کیوں؟۔کیا اس ضعیف روایت سے آپ کے نزدیک قرآن پر اضافہ جائز ہوگیا جبکہ یہ فضائل میں تو مقبول ہے اور جن محدثین نے اس کو قبول کیا ہے تو فضائل میں ہی قبول کرتے ہیں احکام میں نہیں ملاحظہ فرمائیے:

[امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے مختلف تلامذہ نے یہ سوال کیا کہ اگر ایک آدمی وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھے، یا دانستہ چھوڑ دے، یا نسیان کی وجہ سے رہ جائے تو اسکے وضو کا کیا حکم ہے؟ تو

آپ نے جواب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھے اسے جان بوجھ کر حدیث کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، اگر وہ تسمیہ نہ کہے تو اس کا وضو درست ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ پڑھنے کو قرآن مجید میں فرض قرار نہیں دیا، اس بابت جتنی بھی احادیث ہیں وہ میرے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں اس کی کوئی سند عمدہ نہیں]

دیکھئے: [**مسائل احمد :۱/۳مسئلہ ۱۶،۱/۷ رواية ابن هانی،۱/۹۱ رواية عبدالله ،۱/۹۹ رواية الكوسج،۱/۶۲ رواية صالح،ص۶ رواية ابی داؤد صاحب السنن،التحقيق لابن جوزی۱/۱۴۳ رواية الأثرم**] میں، مگر غیر مقلدین پھر بھی کہتے ہیں کہ جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں حالانکہ یہ صرف فضیلت کیلئے ہے دیکھئے: [**تحفة الأحوذی :۱/۹۴،شرح بلوغ المرام عطيه محمد سالم :جز ۱۸/۷،منحة العلام شرح بلوغ المرام :ص ۱۸۷،مشكوٰة المصابيح مع مرعاة المفاتيح :۲/۲۱۵**]

لیکن پھر بھی زبیر علی زئی اس روایت کو حسن کہتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں

﴿زبیر علی زئی کے شبہات، اکاذیب، تدلیسات، تلبیسات اور ان کے جوابات﴾

زبیر علی زئی نے ''الحدیث کے جون، جولائی ۲۰۱۳ء کے دو شماروں میں ۳۰ روایتیں لکھ کر اس پر عمل کرنے کو لکھا لہٰذا ان کے شبہات کا جواب حاضر ہے

۱) امام طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بحوالہ کتاب المراسیل لابی داؤد لکھی اور لکھا کہ اس روایت کی سند امام طاؤس تک حسن لذاتہ ہے [الحدیث: ص ۳۶ شمارہ ۱۰۶]

جواب: زبیر علی زئی کا اس روایت کی سند کو حسن لذاتہ کہنا غلط ہے کیونکہ اس کے ایک راوی [سلیمان بن موسیٰ الدمشقی] پر شدید جرح موجود ہے اور زبیر علی زئی کے کلیے کے مطابق جمہور محدثین کے ہاں مجروح ہے کیونکہ تقریباً ۲۳ محدثین نے اس کو مجروح قرار دیا ہے اور علی زئی نے اس کی تعدیل کے اقوال لکھے ہیں ان میں تعدیل نہیں صرف تعریف ہے اور بعض اس کے اپنے اصولوں کے مطابق صحیح نہیں پھر ۹ کے مقابلے میں ۲۳ مجروح قرار دے رہے ہیں تو وہ یقیناً مجروح ہے۔

ہمارا عمل اس کے مقابلے میں صحیح روایت پر ہے اور شروع میں یہ بات لکھ دی ہے کہ ہم اہل سنت

وجماعت ضعیف کے مقابلے میں صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ روایت یہ ہے

[حدثنا وکیع، عن موسیٰ بن عمیر، عن علقمة بن وائل بن حجر، عن ابیه قال رأیت النّبیّ ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصّلوٰة تحت السّرّة] ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر زیر ناف باندھتے

(مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۳۹۰رقم ۳۹۵۹ بتحقیق محمد عوامه،دوسرا نسخه مصنف ابن ابی شیبة :۱/۳۴۳رقم۳۹۳۸ بتحقیق کمال یوسف الحوت مطبوعه الریاض)

یہ روایت صحیح ہے اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو محترم فیصل خان صاحب کی کتاب [الدرة فی عقد الایدی تحت السرة]ص:۱۳تا۵۷ مطالعہ فرمائیں

۲) دوسری روایت جو سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بحوالہ صحیح ابن خزیمہ نقل کی اس کا جواب حاضر ہے

جواب: یہ روایت مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف ہے اور زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ وہ ثقہ صدوق ہے غلط ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل کو تقریباً ۵۰ سے زیادہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے محترم فیصل خان صاحب کی کتاب [الدرة فی عقد الایدی تحت السرة] ص:۱۰۸تا۱۱۵، اس کے مقابلے میں ہم نمبر ایک کے تحت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کرتے ہیں

۳،۴) تیسری اور چوتھی روایت جو حضرت عباہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بحوالہ کتاب القرأة خلف الامام للبیهقی نقل کی اس کا جواب

جواب: اگر اس کی سند زبیر علی زئی کے نزدیک صحیح ہے تو اس سند سے یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں

[سفیان، زهری، محمود بن الربیع، عباده بن صامت رضی اللہ عنہ یبلغ به النّبیّ ﷺ قال لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعدا] ترجمہ: حضرت عباہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھیں نبی ﷺ کا فرمان پہنچا آپ ﷺ نے فرمایا، اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورت فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے [سنن ابوداؤد: ۱/۲۷۷رقم ۸۲۲] اس کی سند بھی وہی ہے جو

علی زئی نے لکھی ہے۔ اگر زبیر علی زئی کہے کہ یہ اکیلے نمازی کے لئے ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ آپ نے جو روایت لکھی وہ بھی تو اکیلے نمازی کے لئے ہے ملاحظہ فرمائیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ والی روایت کا مطلب بیان کرتے ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں [وأما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی ﷺ لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحده] ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (تو فاتحہ ضروری ہے) [جامع ترمذی: ۱/۴۰۸ تحت حدیث ۳۱۲] اس کے علاوہ جو روایت زبیر علی زئی نے لکھی اس کے بارے میں انھی کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں [وهذا الحدیث معلل عند ائمة الحدیث بأمور کثیرة، ضعفه احمدوغیره من الائمة] ترجمہ: یہ حدیث بہت سی وجوہ سے ائمہ حدیث کے نزدیک معلول ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ (الفتاوٰی الکبرٰی ۲/۹۹مطبوعه دار الکتب العلمیة)

جبکہ ہم اہل سنت وجماعت ان صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں:

(۱) [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کہے تو تم سب آمین کہو] دیکھئے:

(سنن ابن ماجه باب اذا قرأء الامام فأنصتو ا : ۲/۳۰رقم۸۴۶)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں یہ حدیث صحیح ہے تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب [اربعین ظفر] انٹرنیٹ کا لنک یہ ہے www.scribd.com/zafarulqadri/document s

(۲) [مالك عن ابی نعیم وهب بن کیسان أنه سمع جابر بن عبدالله یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بأم القرآن فلم یصل الا وراء الامام]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے کوئی رکعت یا نماز پڑھی اور اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو اس کی نماز ہو گئی) نوٹ: اس کے تمام راوی بخاری کے راوی ہیں یہ روایت صحیح ہے

[موطا امام مالک : ۱/۸۴ رقم۱۸۷،جامع ترمذی: ۱/۲۱۷رقم۲۹۷،سنن الکبریٰ للبیھقی: ۲/۱۲۰رقم۳۰۱۴،مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۳۶۰رقم ۳۶۶۱]

۵) پانچویں روایت زبیرعلی زئی نے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے لکھی کہ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی آپ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے

جواب: یہ روایت سخت ضعیف ہے دیکھئے صحیح ابن حبان بتحقیق شعیب الارناؤوط: ۶/۱۶۹رقم الحدیث ۲۴۰۹ مطبوعہ بیروت میں لکھاہے:قال شعیب الارناؤوط اسنادہ ضعیف اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ جمہور محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے دوسرا راوی یعقوب القمی شیعہ ہے اور متفرد ہے اور اس کا تفرد قبول نہیں،جبکہ اجماع صحابہ اور اجماع امت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جو[مصنف ابن ابی شیبہ۲/۳۹۴رقم ۷۷۴۷ میں ہے کی تائید کرتا ہے اس کے لئے تفصیل دیکھئے:[البرہان الحق شمارہ:۱۱جولائی تا ستمبر۲۰۱۳ء]اس پر ہمارا عمل ہے

۶) زبیرعلی زئی نے چھٹی روایت نقل کی،سیدنا قیس بن قہد رضی اللہ عنہ نے صبح کی (فرض) نماز کے بعد(طلوع آفتاب سے پہلے) دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تو انھوں نے بتادیا کہ میری دو رکعتیں رہ گئیں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہوگئے

جواب:صحیح ابن حبان:۴/۴۲۹رقم ۱۵۶۳ بتحقیق شعیب الارناؤوط مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے اسنادہ ضعیف،اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں[حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہوجائے اور صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہوجائے]یہی روایت حضرت ابی سعید الخدری،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

(صحیح بخاری۱/۸۳،صحیح مسلم ۱/۲۷۵)

۷) ساتویں روایت جو سنن ابوداؤد کے حوالے سے نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک میں جمع تقدیم فرماتے اور زبیرعلی زئی نے لکھا کہ نیموی نے لکھا[وھو حدیث ضعیف جدا]

جواب:اس روایت میں لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے دیکھئے سیر اعلام النبلاء: ۶/۱۷۹ ترجمہ ۸۴ میں جبکہ ہم صحیح حدیث جو بخاری ومسلم میں ہے اس پر عمل کرتے ہیں[حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سورج ڈھل جانے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر اتر کر ان دونوں کو اکٹھا پڑھتے اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہوتے]

(صحیح بخاری: ۲/۵۸،صحیح مسلم: ۲/۱۵۰)

۸) آٹھویں روایت سنن دارقطنی کے حوالے سے نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی کے بارے میں فرمایا کہ یہ بے شک بلغم اور تھوک کی طرح ہے اور تمھارے لئے کافی ہے کہ اسے کپڑے کے کسی ٹکڑے یا گھاس سے پونچھ لے [الحدیث: ۱۰۶ص۳۸]

جواب: غیر مقلدین تو ویسے ہی منی پاک ہونے کے قائل ہیں اور یقیناً وہ منی کو پونچھ ڈالتے ہونگے غسل کی ان کو کیا ضرورت،یہ روایت بھی ضعیف ہے ہمارا اس پر عمل نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں دوسری صحیح روایت پر عمل ہے وہ یہ ہے[حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منی کے بارے پوچھا جو کپڑے سے لگ جائے تو انھوں نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھی الخ]

(صحیح بخاری: ۱/۳۶،صحیح مسلم: ۱/۴۱)

۹) نویں روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی لکھی[کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات تک نماز فجر میں میں قنوت پڑھتے رہے]آگے لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو بریلویہ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اور اگر ضعیف ہے تو ان کا ضعیف روایات کو حجت سمجھنا باطل ومردود ہے

[الحدیث: ۱۰۶ص۳۹]

جواب: زبیرعلی زئی سے گزارش ہے کہ وہ میرے مضمون کو دوبارہ پڑھیں شاید انھیں میرا مضمون سمجھ نہیں آیا میں نے نمایاں سرخی لگائی تھی[ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ]ہمارا اہل سنت وجماعت کا مؤقف کیا ہے وہ میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ ہم ضعیف احادیث کا نہ کلی انکار کرتے

ہیں اور نہ کلی اقرار، اسی طرح صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف روایت آجائے تو پھر صحیح پر عمل کرتے ہیں اور اگر اس معاملے میں صحیح روایت نہ ہو اگر ضعیف روایت ہی ہو تو پھر اس پر عمل کرتے ہیں ضعیف کے مقابلے میں اپنے قیاس پر عمل نہیں کرتے جبکہ آپ کا نعرہ کلی انکار کا ہے لہٰذا ہمیں طعنہ دینے کی ضرورت نہیں یہ روایت بھی ضعیف ہے اور اس کے مقابلے میں ہم اس صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں

[عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا بیشک قنوت تھی میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد انھوں نے فرمایا رکوع سے پہلے میں نے کہا فلاں صاحب آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں رکوع کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینے تک قنوت (نازلہ) پڑھی تھی (جب ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا تو اس قبیلے کے خلاف)

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۰۰۲)

۱۰) دسویں روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ [نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے جب آپ کی منزل میں سورج ڈھل جاتا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا ادا فرماتے الخ]

[الحدیث: ۱۰۶ ص ۳۹]

جواب: اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سورج ڈھل جانے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر اتر کر ان دونوں کو اکٹھا پڑھتے اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہوتے]

(صحیح بخاری: ۲/ ۵۸، صحیح مسلم: ۲/ ۱۵۰)

۱۱) گیارہویں روایت یہ نقل کی کہ [نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدوں کے درمیان (جلسے میں) درج ذیل دعا پڑھتے تھے پھر دعا لکھی [الحدیث: ۱۰۶ ص ۳۹]

جواب: ہمارے نزدیک بھی دعا پڑھنا جائز ہے اختلاف صرف سنیت کا ہے حنفیہ اور مالکیہ کے

نزدیک یہ دعا یا ذکر مسنون نہیں جائز ہیں دیکھئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے مالا بدمنہ میں جائز لکھا

۱۲) بارہویں نمبر پر عبدالحمید بن جعفر کی سند سے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ والی روایت لکھی اور اس کے بعد لکھا لیکن بریلویہ کے نزدیک یہ راوی پھر بھی سخت مجروح اور ضعیف ہے (سبحان اللہ)

(الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۰)

جواب: عبدالحمید بن جعفر کو امام نسائی، ابن حجر عسقلانی، علامہ ماردینی، یحیی بن سعید، امام بدر الدین عینی، امام ابوحاتم، ابن حبان وغیرہ ضعیف قرار دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی اس روایت میں بہت سی علتیں ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب [ظفر مّبین] اب اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں طویل حدیث ہے .... حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں [آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی پیٹھ جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی اور جب سجدہ کرتے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگاتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے اور جب دو رکعتیں پڑھ چکتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے الخ]

(صحیح بخاری: ۱/ ۲۱۰ رقم ۸۲۸ مطبوعہ قاہرہ)

اس میں عبدالحمید بن جعفر ضعیف راوی نہیں ہے اسی لئے اس روایت کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا [اصلہ فی البخاری] (حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی) اصل روایت بخاری میں ہے [الدرایۃ فی تخریج أحادیث الهدایة: ۱/ ۱۵۳ مطبوعه بیروت]

۱۳) تیرہویں روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کے متعلق لکھی کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے (حوالہ ایضاً)

جواب: اس روایت میں ایک راوی ابوالنعمان محمد بن فضل سدوسی المعروف [عارم] ہے اس کا

حافظہ متغیر ہوگیا ہے اور اس کی عقل بھی ضائع ہوگئی تھی جس کی وجہ سے یہ اختلاط کا شکار ہوگیا تھا (میزان الاعتدال: ۴/۷) اسی لئے اکثر محدثین نے یہی جرح کی ہے مثلاً

[امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ الکبیر: ۱/۲۰۸)، امام ابوداؤد (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۴/۱۲۱، ۱۲۲)، امام ابوحاتم الرازی (الجرح والتعدیل للرازی: ۸/۶۹، ۷۰)، اسی طرح تقریباً ۲۳ محدثین نے یہی بات لکھی ہے کہ اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور یہ مختلط راوی ہے]

اس مختلط راوی ''محمد بن فضل السدوسی،، کے بارے میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے [**وقال ابن حبان اختلط فى آخر عمره وتغير حتى كان لايدرى مايحدث به فوقع فى حديثه المناكير الكثيرة فيجب التنكب عن حديثه فيما رواه المتأخرون فان لم يعلم هذا ترك الكل ولا يحتج بشىء منها**]

ترجمہ: اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آخری عمر میں یہ اختلاط کا شکار ہوگیا تھا یہاں تک کہ اس کی یہ حالت ہوگئی کہ اس کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں اس لئے اس کی حدیث میں منکر باتیں آگئیں لہٰذا اس کے متاخرین شاگردوں میں سے اگر کسی نے اس سے روایت نقل کی تو ان روایات سے رک جانا واجب ہے اگر اس بات کا علم نہ ہوسکے (کہ کون سی روایت قدیم شاگرد سے مروی ہے، اور کون سی متاخر شاگرد سے) تو ایسی تمام روایات متروک ہونگی، اور ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا (تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی: ۹/۳۵۸، ۳۵۹ ترجمہ ۶۵۹)

اس روایت میں بھی محمد بن اسماعیل السلمی قدیم شاگرد نہیں ہے دیکھئے [التعلیق الحسن للنیموی ص۱۱۴] لہٰذا یہ روایت متروک ہے

اس روایت کے مقابلے میں ہم اس روایت پر عمل کرتے ہیں

[**عن عبدالله قال صليت مع رسول الله ﷺ وابى بكر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ فلم يرفعوا ايديهم الا عند افتتاح الصلاة**]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے (پوری) نماز میں صرف شروع میں رفع یدین کیا۔

(معجم أسامي شيوخ أبي بكر الاسماعيلي: ۲/۶۹۲ رقم ۳۱۸، مسند أبي يعلىٰ: ۵/۳۶ رقم ۵۰۳۸، سنن الكبرىٰ للبيهقي: ۲/۷۹ رقم ۲۶۳۶]

زبیر علی زئی غیر مقلد کا اس روایت پر یہ اعتراض کہ محمد بن جابر مختلط راوی ہے اور اس سے اسحاق بن ابی اسرائیل نے اختلاط کے بعد یہ روایت سنی ہے (نور العینین ص۱۵۳) سوائے ایک کھوکھلی دھونس کے سوا کچھ نہیں محمد بن جابر صدوق تھے جیسا کہ محدثین نے اس کی صراحت کی

﴿۱﴾ امام فلاس لکھتے ہیں ''صدوق،، سچے ہیں (مختصر الكامل في الضعفاء ص۶۶۱)

﴿۲﴾ امام ابوحاتم رازی لکھتے ہیں ''محلهما الصدق،، سچے مقام کے مالک ہیں

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۱۹ ترجمۃ ۱۲۱۵)

﴿۳﴾ امام ابوزرعہ رازی: لکھتے ہیں ''**كتب عنه باليمامة وبمكة فهو صدوق**،، جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں ان (محمد بن جابر) سے (روایات) لکھی ہیں وہ سچا ہے

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۲۰)

﴿۴﴾ امام الذہلی فرماتے ہیں: ''لابأس به،، اس میں کوئی حرج نہیں

(تهذيب التهذيب: ۹/۷۸)

﴿۵﴾ امام ابن عدی: یہ بھی ان صدوق سمجھتے تھے (الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدى: ۶/۱۵۳)

﴿۶﴾ امام ہیثمی فرماتے ہیں: ''**هو صدوق فى نفسه**،،

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۲/۲۲۷ تحت رقم ۳۳۶۷)

﴿۷﴾ امام ابوالولید: فرماتے ہیں، کہ ہم محمد بن جابر کی حدیث نہ لے کر ان پر ظلم کرتے ہیں یعنی وہ صحیح ہیں (الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۲۰)

﴿۸﴾ عمرو بن علی: ''صدوق،، سچے ہیں (الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۱۹)

﴿۹﴾ امام ذہبی: لکھتے ہیں ''**وفي الجملة قد روى عن محمد بن جابر ائمة وحفاظ**،، اور حقیقت میں محمد بن جابر سے روایت کرنے والے بڑے بڑے ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث ہیں

(میزان الاعتدال: ۳/۴۹۸)

﴿۱۰﴾ ابن حجر عسقلانی: لکھتے ہیں ''صدوق،، سچے ہیں (تقریب التھذیب: ۶۱/۲ رقم ۵۷۹۵)

ان پر جرح اختلاط کی وجہ سے ہے، اور اصول ہے کہ اختلاط سے پہلے والی روایت قبول ہے امام ابو زرعہ اور امام ابوحاتم الرازی نے یہ تصریح کی ہے کہ [کتب عنه باليمامة و بمكةفهو صدوق] جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں ان (محمد بن جابر) سے (روایات) لکھی ہیں وہ سچا ہے

(الجرح والتعديل لابی حاتم الرازی: ۲۲۰/۷)

لہٰذا اس روایت میں بھی اسحاق بن ابراہیم المروزی ہیں جنہوں نے محمد بن جابر سے یمامہ میں حدیث کا سماع کیا ہے جس کی تصریح محدثین نے کی ہے ملاحظہ فرمائیے

﴿۱﴾ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ: لکھتے ہیں [قال: اسحاق بن ابراهيم، لما انصرفت من اليمامة من عند هذا الشيخ يعنى محمد بن جابر الخ]

ترجمہ: اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ جب میں یمامہ سے شیخ یعنی محمد بن جابر سے حدیث کا سماع کر کے آیا (تاريخ بغداد: ۳۷۶/۷ تحت رقم ۲۱۶۰، تهذيب الكمال مع حواشى: ۳۹۹/۲ تحت ترجمة اسحاق بن ابراهيم)

﴿۲﴾ امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ: [قال ابن سعد، وكان رحل الى محمد بن جابر باليمامة فكتب كتبه] ترجمہ: اسحاق بن ابراہیم یمامہ میں محمد بن جابر کے پاس گئے اور ان کی کتابوں کو لکھا (الطبقات الكبرٰى لابن سعد: ۳۵۳/۷، تهذيب الكمال مع حواشيه: ۴۰۰/۲ تحت ترجمة اسحاق بن ابراهيم)

﴿۳﴾ ابن عدی الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ: لکھتے ہیں [عند اسحاق بن أبى اسرائيل عن محمد بن جابر كتاب احاديثه صالحة]

اسحاق بن ابی اسرائیل کے پاس محمد بن جابر سے مروی احادیث صالحہ پر مشتمل ایک کتاب تھی

(الكامل فى ضعفاء الرجال ابن عدى: ۱۵۳/۶)

لہٰذا یہ روایت قبل اختلاط ہے اور ان کے پاس محمد بن جابر سے روایت شدہ صالحہ احادیث کی ایک کتاب تھی اور تحقیق کی رو سے یہ روایت صحیح ہے

۱۴) چودھویں روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی لکھی اور خود ہی لکھا کہ اس میں ایک راوی محمد بن عصمہ الرملی مجھول الحال ہے جبکہ دوسری سند میں حصین بن وہب مجھول الحال ہے

(الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۱)

جواب: اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حسن روایت پر عمل کرتے ہیں [حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو خوب دراز کر کے رفع یدین کرتے تھے] البانی نے اسے صحیح کہا

(سنن ابوداؤد: ۱/۱۱۷ رقم ۷۵۳ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

بقیہ: قاری ظہور احمد فیضی کی شرح اسنی المطالب میں شرانگیزی

قول کو موضوع قرار دینا ہی آپ کے ناقص علم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تابعی کبیر بکر بن عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی سند جھوٹی نہیں بلکہ حسن ہے اور موضوع تو من گھڑت اور جھوٹ کو کہتے ہیں حالانکہ ابتدائی طالبعلم کو بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی قول کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کر دی جائے تو محدثین ان اقوال کی وضاحت کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف (صحابی کا قول) یا حدیث مقطوع (تابعی کا قول) ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی توجہ سے قاری ظہور احمد فیضی کی اس شرانگیز کتاب ''شرح اسنی المطالب'' میں پیش کردہ استدلال کی اصل حقیقت اور اس کا لاجواب ردّ اہل علم کے سامنے پیش کریں گے کہ انھوں نے جتنی بھی روایات سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ تمام دلائل شیعہ مذہب سے اخذ شدہ ہیں اور قاری صاحب نے تحقیق کے نام پر اسے سنیوں میں داخل کرنے کا جرم عظیم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے شر پسند عناصر سے محفوظ فرمائے جو سنی بن کر اور حب اہل بیت کا نعرہ لگا کر اہل سنت کے عقائد میں تحریف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں مسلک اہل سنت و جماعت کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور ہمیں صحیح سنی عقائد پر عمل پیرا ہونے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

اولیائے رحمٰن اور فتنۂ قادیان

تحریر: سید صابر حسین شاہ بخاری (برہان شریف)

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسانوں کی تربیت اور ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کو مبعوث فرماتا رہا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ سلسلۂ نبوت تمام ہوا۔ چونکہ آپ خاتم النبیین ہیں لہذا آپ کے بعد تبلیغ وارشاد کا فریضہ آپ کی اُمت کے اولیائے کرام اور علمائے کرام کو تفویض ہوا۔ صلحائے اُمت نے ہر دور میں اور ہر خطہ میں یہ فریضہ نہایت احسن انداز میں سرانجام دیا۔ برصغیر کی سرزمین جب بھی مختلف فتنوں کی آماجگاہ بنی تو اولیائے ربانی اور علمائے رحمانی نے ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انھوں نے بھٹکی ہوئی مخلوق کو رشد و ہدایت بخشی اور توحید و رسالت کے حقیقی راستہ پر چلایا۔ قادیان سے جب مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ ظاہر ہوا اور عقیدہ ختم نبوت پر حملہ آور ہوا تو علمائے ملت نے نہایت استقامت سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس کے ساتھ نہ صرف مناظرے اور مباہلے کیے بلکہ اس کے خلاف ایسا عظیم قلمی جہاد کیا جس کی مثال ملنا محال ہے۔ یقیناً علمائے کرام کے یہ کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، لیکن اس ضمن میں ختم نبوت کے محاذ پر تکوینی طور پر اولیائے اُمت کی روشن خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اولیائے ربانی فتنہ قادیانی پر برق آسمانی بن کر گرے اور اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور قادیانی دجل و فریب کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ تمام سلاسل طریقت کے اولیائے کرام نے عقیدہ ختم نبوت کی نہایت پرجوش انداز میں پاسبانی کی۔ علمائے اہل سنت کی اکثریت جو ختم نبوت کے محاذ پر لڑ رہی تھی وہ بھی کسی نہ کسی سلسلہ طریقت سے وابستہ تھی۔ پیغمبر آخر الزماں رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ نور الٰہی کی روشنی میں دیکھتا ہے۔ مرزا کے فتنہ سے قبل از وقت نور ایمان سے اولیائے ربانی کو اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ عظیمہ کے خلاف متوجہ فرما دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے

ربانی مرزا قادیانی کی پیدائش سے قبل ہی دنیائے اسلام کو اس فتنہ کی آمد سے آگاہ فرماتے رہے۔ مرزا کے ابتدائی خدوخال سے ہی اسے پہچان لیا کہ آگے چل کر یہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ کسی نے اسے ''قرن الشیطان'' سے تعبیر کیا، کسی نے اسے دجال قرار دیا۔ فتنہ قادیانی کے بارے میں اولیائے ربانی کے نور ایمانی کا اندازہ لگانے کے لیے صرف چند اولیائے کرام کی کشف و کرامات، واقعات و ارشادات کی صرف چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت پیر سید بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء)

حضرت پیر سید بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء) خاندان سادات چشتی ترمذی سے ہیں۔ حضرت سیدنا پیر سید امام علی الحسینی نقشبندی مجددی مکان شریفی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ آپ نہ صرف فنا فی الشیخ بلکہ سرمست بادۂ الست تھے، اکثر حالت استغراق میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ قادیان تشریف لے گئے جہاں اب مرزا صاحب کے مکانات ہیں، یہ جگہ اس وقت سفید تھی، آپ وہاں خیمہ زن ہوئے۔ ہمیشہ سے درود خضری آپ کا معمول تھا مگر وہاں آپ نے فرمایا کہ درود شریف خضری کی بجائے آج ''صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمْ'' پڑھو۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس جگہ سے شیطان کا سینگ (شاخ شیطان) پیدا ہوگا۔ اس کی بدبو آرہی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چالیس سال بعد مرزا قادیانی کا ظہور ہوا۔ ایک دفعہ قادیان کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وظیفہ کے لیے التجا کی، فرمایا! لاحول پڑھا کرو، عرض کرنے پر ارشاد فرمایا کہ قادیان سے شیطان کا ایک سینگ ظاہر ہونے والا ہے۔ ایک کامل کی ایک عرصہ پہلے پیشن گوئی اہل بصیرت کے لیے ابطال مرزا کے لیے کافی ہے۔

حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ (باؤلی شریف، م ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء)

حضرت خواجہ محمد عالم خان باؤلی شریف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک معروف پیر طریقت تھے۔ آپ حضرت ہادی محمد نامدار رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) (نتھیال ضلع کیمبل پور موجودہ اٹک) کے خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا مولوی امام الدین

علیہ الرحمہ سکنہ چک دولت ضلع جہلم نے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات متفرق طور پر جمع کیے ہیں جس کی ایک نقل مخطوطہ کی صورت میں خانقاہ سلطانیہ کالا دیو میں ہے اس میں وہ یہ واقعہ درج کرتے ہیں: حضرت (خواجہ) فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چورے شریف والے اور حضرت بابا جی (حضرت خواجہ محمد خان عالم باوٗلی شریف) رحمۃ اللہ علیہ سیال کوٹ میں ایک دفعہ تشریف لے گئے۔ سیال کوٹ میں مرزا غلام احمد جو بعد میں مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے مشہور ہوا ،ایک معمولی کلرک تھا۔ وہ حضرت فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ مجھے بیعت کریں ،آپ نے فرمایا کل آوٗ،کل گیا تو آپ نے فرمایا! کل آوٗ، تیسرے دن گیا آپ نے بابا جی صاحب کو فرمایا! آپ اسے بیعت فرمالیں۔ آپ نے ان کے حکم کے مطابق بیعت کیا مگر فرمانے لگے اس شخص کے سینے میں ایمان کی خوشبو نہیں ہے اس میں بے دینی کی بو ہے۔ یہ آدمی بیعت کے لائق نہیں تھا۔ بابا جی نے اسے بیعت کے بعد جب توجہ دی تو مرزا نے قے کردی، پھر پیش کیا فرمایا! میں نے کوئی فرق نہیں رکھا مگر اس کے اندر رب کا نام نہیں سماتا۔

مولانا پیر سید حسن شاہ قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

فخر السادات حضرت مولانا پیر سید حسن شاہ قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بٹالہ کے مشائخ قادریہ فاضلیہ سے ہے۔ حضرت پیر سید ظہور حسن شاہ قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند ارجمند مولانا عبد القادر بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں اپنے والد ماجد مولانا پیر سید حسن شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عظیم انکشاف کا اظہار کتاب ''ارشاد المستر شدین'' میں فرمایا ہے۔ فاضل جلیل مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب اپنے ایک مقالہ میں پہلی دفعہ اس عظیم انکشاف کو یوں منظر عام پر لاتے ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی ایک روز مولانا پیر حسن شاہ صاحب قادری کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اسے ہدایت فرمائی کہ عقیدہ اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم رہنا اور خواہشات نفسانیہ اور ہوائے شیطانیہ کا غلام نہ بن جانا۔ جب یہ کلام حافظ عبد الوہاب صاحب (جو حضرت کے شاگرد و مرید اور یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے) نے سنا تو عرض کیا حضور! آپ نے اسے جس طرح ہدایت فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا! کہ کچھ مدت بعد اس شخص (غلام احمد) کا دماغ

خراب ہو جائے گا اور یہ نبوت کا دعویٰ کرے گا کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عطا سے معلوم ہوا ہے کہ قادیان سے قرن شیطان کا ظہور ہوگا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس پیشنگوئی کے ۳۶ سال بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیحیت و نبوت کا دعویٰ اُگل دیا۔

حضرت خواجہ محبوب عالم نقشبندی توکلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء)

حضرت خواجہ محبوب عالم نقشبندی توکلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء) کا تعلق گجرات سے تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد اور مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ بد ازاں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور علوم کی تکمیل فرمائی۔ انبالہ کے مشہور بزرگ قطب الارشاد حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت میں جا پہنچے۔ پہلی ملاقات ہی میں آپ کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ دیوبندی خلایات و نظریات یکسر چھوڑ دیئے اور قبلہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اسیر ہوئے کہ ان سے بیعت ہو گئے۔ پھر مسند ارشاد پر فائز ہوئے اور انبالہ کے ''مفتی اعظم'' مشہور ہوئے۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے خلاف علماء نے مختلف انداز میں بھرپور مہم چلائی جس میں اس سے مناظرہ کے چیلنج بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محبوب عالم نقشبندی توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقہ صوفیاء کی طرف سے مرزا قادیانی کو مندرجہ ذیل چیلنج پیش کیے۔

۱)۔ مرزا قادیانی ایک نابالغ بچی کو طبعی ضروریات پوری کیے بغیر بچہ جنم دینے کا حکم دے۔ اگر وہ واقعی نبی ہے تو وہ نابالغ بچی معجزہ کے طور پر بچہ جنم دے گی۔ اگر مرزا یہ کام نہ کر سکے (جو وہ یقیناً نہیں کر سکے گا) تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی ہونے کے ناطے کر کے دکھاوٗں گا۔

۲)۔ مرزا قادیانی ایک پاوٗ سنکھیا کھائے اگر مرزا نبی ہوا تو وہ بچ جائے گا ورنہ میں (محبوب عالم) ایک پاوٗ سنکھیا کھاوٗں گا اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں تو مجھے کچھ نہیں ہوگا۔

۳)۔ لاہور شاہی قلعہ میں ایک اندھا کنواں ہے اس کے کنارے پر کھڑا ہو کر حکم دے کر پانی نکالے۔ اگر وہ نبی ہے تو اس کے کہنے سے پانی نکل آئے گا۔ ورنہ یہ کام میں (محبوب عالم) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے کروں گا۔ جس سے وہاں موجود تمام لوگ اس پانی سے وضو کریں گے اور نفل ادا کریں گے۔ آپ کے اس چیلنج کے سامنے مرزا کو آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء)

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء) ایک مرد حقانی قطب ربانی اور تصرفات و کرامات میں لاثانی تھے۔ظاہری و باطنی علوم میں یگانہ روزگار تھے۔آپ کی خدمت میں ایک شخص مرزا قادیانی کے بارے میں نیک خواہشات لے کر حاضر ہوا تو اس پر کیا گزری؟ پیر کرم شاہ صاحب سکنہ بھویں کلاں نزد حافظ آباد اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین باصفا میں سے تھے،انھوں نے چودھری نور احمد مقبول نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ سے یہ آنکھوں دیکھا منظر یوں بیان فرمایا!ایک زمیندار مردان علی نامی صاحب ثروت تھا۔مگر بڑا آزاد خیال نیچری قسم کے اعتقادات رکھتا تھا۔مرزائیت کی طرف مائل تھا اور وقتاً فوقتاً قادیان بھی جایا کرتا تھا۔ایک بار کسی شخص کے ساتھ اعلیٰ حضرت (شرقپوری) کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔اس کی نیت یہ تھی کہ اگر اعلیٰ حضرت شرقپوری سے بھی یہ عقدہ حل نہ ہوا تو قادیان جا کر مرزا غلام احمد کی بیعت کر لوں گا۔پیر کرم شاہ صاحب (سکنہ بھویں) کا بیان ہے کہ وہ میاں صاحب علیہ الرحمہ کی صرف ایک ہی نگاہ سے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اور اپنی زبان سے کہنے لگا!مرزا جھوٹا،مرزا جھوٹا،مرزا جھوٹا،اس اقرار کے بعد جب وہ اپنے آپے میں آیا تو فوراً اپنے خیالات فاسدہ سے تائب ہوا ۔اللہ اکبر۔مرزا قادیانی کے بارے میں آپ کا ایک واقعہ مولانا اللہ وسایا صاحب دیوبندی یوں احاطہ تحریر میں لاتے ہیں!حضرت مولانا میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور دیکھا کہ مرزا قادیانی کی شکل قبر میں باؤلے کتے کی ہے اور باؤلے پن کا اس پر دورہ پڑا ہوا ہے،اس کا منہ دم کی طرف ہے،بھونک رہا ہے اور گول چکر کاٹ رہا ہے،منہ سے پانی نکل رہا ہے اور بار بار اپنی دم اور ٹانگوں کو کاٹتا ہے۔اس کشف کا فقیر نے ایک بزرگ کے سامنے ذکر کیا،فوراً تڑپ اُٹھے،فرمایا!خدا گواہ ہے واقعتاً یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے،واقعتاً مرزا کی حقیقت ایسی ہی ہونی چاہیے۔

دمہ کا علاج

الشَّکُوْرُ (ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دیں ان شاء اللہ شفا ہو گی)

شاہین عقیدہ ختم نبوت

مفتی محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر:توفیق جوناگڑھی (کراچی)

حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ بن محمد حسین محمد ابراھیم واڈی والا ۲۲ رجب المرجب بمطابق ۷ نومبر ۱۹۷۲ء کو کراچی کے مشہور علاقے کھارادر میں پیدا ہوئے۔

تعلیم درس و تدریس

گھر کا ماحول مذہبی ہونے کی وجہ سے بچپن ہی سے مذہبی رجحان رہا۔جس نے جلد ہی اہل علم کی مجالس و محافل کی طرف مائل کر دیا اور کئی دھائیوں میں سر کئے جانے والے معرکے اس مجاہد برق بار نے چند سالوں میں نہایت سرعت اور سچائی سے طے کئے کمسنی ہی میں پہلے انجمن اشاعت اسلام اور بعد میں اشاعت دین کی عالمگیر تحریک دعوت اسلامی کے سرگرم کارکن بن گئے ۱۹۸۵ء میں جامع مسجد گلزار حبیب سولجر بازار میں اعتکاف کے دوران شیخ طریقت ولی کامل حضرت علامہ مولانا الیاس عطار قادری رضوی حفظہ اللہ کے دست باکرامت پر شرف بیعت حاصل کی۔مفتی صاحب نے ۱۹۸۸ء میں عرس اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بعد درس نظامی کی تیاری کے طور پر قراءۃ الرشیدہ و ابتدائی صرف و نحو کی تعلیم حضرت مولانا جاوید مینگرانی صاحب سے حاصل کی ۱۹۹۲ء میں گریجویشن کے بعد دن میں مصروفیت معاش اور عشاء کے بعد باقاعدہ درس کی کتب کے لئے جمعیت اشاعت کے زیر اہتمام مدرسہ موجودہ جامعۃ النور نور مسجد کاغذی بازار کراچی سے منسلک ہوئے جہاں درس نظامی کی ابتدائی کتب خامسہ تک حضرت مولانا عثمان برکاتی صاحب کی خدمت میں رہ کر رات کے اوقات میں دو سال میں تکمیل فرمائی۔نوٹ!یہ وہی نور مسجد ہے جہاں ۱۹۸۰ء،۱۹۸۱ء میں حضرت مولانا الیاس عطار قادری نے دعوت اسلامی کی

تنظیمی خدمات حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کے مشورہ سے آغاز فرمایا۔ مفتی صاحب نے درجہ سادسہ سے دورہ حدیث کی تعلیم بالاستیعاب اور بلا ناغہ اہل سنت کی مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم امجدیہ سے مکمل کی اور ۱۹۹۸ء میں شیخ الحدیث علامہ افتخار قادری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ سیدی وسندی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس اور دستار فضیلت کے موقع پر شہزادۂ صدر شریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی (مبارک پور) شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے ہاتھوں دستار فضیلت ہوئی۔

مفتی صاحب دورہ حدیث کی تعلیم کے دوران دارالعلوم امجدیہ کی بزم امجدی رضوی کے ۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۸ء صدر رہے آپ نے عرس اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر علماء اور مدرسین وطلباء کی خوبصورت اور مدلل تحریروں سے آراستہ مجلّہ ''رفیق علم'' کا از سر نو اجرا کروایا اور دارالعلوم امجدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر ۱۹۹۸ء میں ''رفیق علم کا گولڈن جوبلی نمبر'' شائع کرایا نیز ''وفا کے پیکر'' نامی ایک کتابچہ شائع کروایا جس میں ''تحریک پاکستان میں علمائے اہل سنت کا کردار'' کے نام سے ایک بہترین مضمون تحریر کیا آپ تنظیم المدارس پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے۔

مفتی صاحب ہر سال دعوت اسلامی کے سالانہ اجتماع ملتان شریف میں اپنے دوستوں اور جب دارالعلوم امجدیہ سے وابستہ ہوئے تو وہاں کے مدرسین ومعاونین کے ایک بڑے قافلے کو لیکر پہنچتے۔ آخر میں اولیائے ملتان اور لاہور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی زیارت فرما کر کراچی واپسی ہوتی۔

تدریس وافتاء

مفتی صاحب نے دوران تعلیم ہی رات کے اوقات میں درسِ نظامی کی تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور عمر کے آخری حصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا آپ کے کئی تلامذہ کراچی کی مختلف جامعات میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ان میں بعض اہم دینی امور کی نگرانی میں مصروف ہیں دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد آپ نے دارالعلوم امجدیہ کے دارالافتاء میں

ایک سال تربیت کے لئے قبلہ مفتی عبدالعزیز حنفی صاحب اور قبلہ عطاء المصطفیٰ صاحب کے پاس فتوی جات میں مہارت حاصل کی اور ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی میں مولانا عبد الحلیم ہزاروی صاحب کے پاس شعبۂ افتاء میں فتوی نویسی کا کام کیا آپ نے دو تین سال تک یہ کام سرانجام دیا۔

وعظ

مفتی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے قریب جامع مسجد اسمٰعیل گیگا میں جمعۃ المبارک کا بیان فرماتے جمعہ کے بیان کے علاوہ وہ دعوت اسلامی کے عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ پرانی سبزی منڈی میں کئی مرتبہ اور دعوت اسلامی کے بین الاقوامی اجتماع ملتان شریف اور بین الصوبائی اجتماع میں بیانات کی سعادت حاصل کی۔ کراچی کی کئی جگہوں پر پندرہ روزہ اور ماہانہ درس قرآن کی محفلیں سجاتے نیز علمی مذاکرہ فرماتے۔ حج کی تربیتی نشستوں میں بیان فرماتے اور خاص کہ مکۃ المکرّمہ اور مدینہ طیبہ میں جب جاتے تو وہاں بھی نجی محفلوں میں بیان کی سعادت حاصل کرتے۔

اجازت وظائف

مفتی صاحب کو کئی مشائخ سے اوراد وظائف کی اجازت بھی حاصل تھی جس میں محدث حجاز شیخ محمد بن علوی مالکی، مدینہ طیبہ میں شیخ ذکریا بخاری، شیخ معروف مدنی، شیخ طہر مدنی، شیخ ابوبکر صدیق الجزائری، یمن سے شیخ سید حبیب العالی، ہند سے تاج الشریعہ مفتی اختر رضا الازہری، مفتی محمد شریف الحق امجدی، علامہ ارشد القادری، پاکستان میں مفتی ظفر علی نعمانی اور پیر و مرشد سے دلائل الخیرات شریف اور دیگر وظائف کی اجازت حاصل تھیں۔

حج وعمرہ وزیارت حجاز مقدس

مفتی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ ۱۹۹۰ء میں حضرت مفتی محمد وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں بغداد شریف حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیائے کرام رحمہم اللہ کے مزارات کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور اسی سفر میں پہلی بار عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی آپ

نے زندگی میں تین بار حج بیت اللہ اور کئی بار رمضان شریف میں عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

عقیدہ ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت پر کتب کی تلاش کا کام مفتی صاحب نے مولانا عبدالحلیم ہزاروی کے دارالعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی سے شروع کیا۔ شاہین تحفظ عقیدہ ختم نبوت مفتی محمد امین رقم طراز ہیں ''آج سے تقریباً تین سال قبل عزیزی توفیق قادری ضیائی حنفی نے ایک ملاقات میں فقیر سے کہا کہ ختم نبوت کے موضوع پر علمائے اہل سنت کی کتب کو شائع کیا جائے۔ یہ تقریباً سواصدی پر محیط علماء ومشائخ اہل سنت کی علمی جدوجہد پر مشتمل منتشر کام کو یکجا کرنا تھا۔ بزرگوں کی دعاؤں اور سرکار علیہ السلام کے وصف خاص ختم نبوت کے ادنیٰ فدائیوں میں اپنا نام لکھوانے کی غرض سے کمر ہمت باندھی۔۔۔۔ الخ'' (ص ۹ عقیدہ ختم نبوت جلد اول ۲۰۰۵ء)

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر علمائے اہل سنت کی نایاب کتابوں کو جمع کرنا اور انہیں جدید کمپوزنگ اور نئے انداز سے لانے کا کام مفتی صاحب کا وہ عظیم کارنامہ ہے کو جو آپ کی پہچان بن گیا اور خصوصا اس کام کی وجہ سے بزم علم ودانش میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس عظیم الشان کام کے لئے آپ نے پاکستان بھر کی کافی لائبریریوں کی خاک چھانی اور کم وقت میں کافی علمی وتحقیقی تحریروں کو جمع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی چھ جلدوں پر مقدمہ مدینہ شریف میں مکمل فرمایا ہنوز کچھ جلدیں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی تھیں کہ آپ اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کے بعد آپ کے مشن کو ''ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ'' جس کے آپ خود بانی تھے جاری رکھا۔ الحمدللہ ۲۰۱۳ء تک اس ادارہ نے انسائیکلوپیڈیا عقیدہ ختم نبوت کی پندرہ جلدیں شائع کردی ہیں۔ جس کی مختصر تفصیل کچھ یوں ہے۔

پندرہ (15) جلدوں کے اس مجموعہ میں کل تیس (30) علمائے اہل سنت کی باسٹھ (62) کتب ورسائل، سات ہزار چھ سو چوہتر (7674) صفحات پر مشتمل ہیں اور مزید جلدوں پر کام جاری ہے مفتی صاحب نے پہلی بار دارالعلوم امجدیہ کراچی میں عقیدہ ختم نبوت کے سلسلے میں پندرہ روزہ تربیتی کورس شیخ الحدیث حضرت علامہ منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے مفتی ظفر علی نعمانی

رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں کروایا۔ کورس کے اختتام پر اسناد بھی جاری کی گئی آپ ہر سال ۷ ستمبر کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں بہت خوبصوت اکابرین کی مدلل تحریروں سے مذین ایک پوسٹر بھی شائع کرتے رہے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے اکبرین میں کم عمر تھے مگر آپ کی ان جملہ خدمات اور کاوشوں کی بناء پر بزمِ علماء اور قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

وصال وتدفین

مفتی محمد امین قادری عطاری بروز ہفتہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو معمولی بخار میں مبتلا ہوئے جو بروز اتوار ۱۸ دسمبر کو شدت اختیار کرگیا۔ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۵ء بروز منگل ۱۸ ذیعقد ۱۴۲۶ھ کو مغرب کے وقت اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ دارالعلوم امجدیہ کے قریب مین روڈ پر محدث کبیر، صدر الشریعہ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی حفظہ اللہ کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں معتقدین اور محبین کے جم غفیر کے علاوہ علمائے اہل سنت کی کثیر تعداد نے بھی شرکت فرمائی۔

شاہین عقیدہ ختم نبوت مفتی محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ کی میوہ شاہ قبرستان کراچی میں مزارِ خلیفہ مفتی اعظم ہند مفتی دارالعلوم امجدیہ قاری محبوب رضا رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

پسماندگان واولاد

مفتی صاحب کے علاوہ تین بھائی اور چار بہنیں، والدین، بیوی ایک بیٹا اور ایک بیٹی بحمدہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مفتی مرحوم کے جملہ اہل خانہ وعیال کو خیر وعافیت اور مخلوق کی محتاجی کے بغیر درازی عمر عطا فرمائے۔ (آمین)

علماء ومشائخ اہل سنت خصوصی توجہ فرمائیں

تحریر: ظفر محمود قریشی (منتظم مجلّہ البرہان الحق)

ہم اہل سنت و جماعت حنفی (بریلوی) اس مملکت خداداد پاکستان کا 80 فی صد ہیں۔
ہمارے مقتدا و پیشوا امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنھوں نے اپنی ساری زندگی دین حقہ کی خدمت اور سربلندی میں صرف کردی۔ آپ نے اپنے دور میں جو ایک نہایت ہی پرفتن دور تھا اپنے خداداد علم کی بنا پر کئی فتنوں کا نہ صرف بیک وقت مقابلہ کیا بلکہ تحریری اور تقریری طور پر ان کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ یہ دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔ آپ نے کئی سو کتب اور اُمت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جاری فرمائے جو ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے ہر شعبہ میں اُمت مسلمہ کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔ علمائے حرمین شریفین بھی آپ کی علمی عظمتوں کے مدح تھے اپنے ہوں یا پرائے سب آپ کی علمی قابلیت کا لوہا مانتے تھے۔ یقیناً احمد رضا کا دامن تھامنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے متوصلین، مریدین، صاحبزادگان اور لائق ترین شاگردوں نے فکر رضا کو پوری دنیا میں پھیلایا اور عقائد اہل سنت کی ترجمانی کا صحیح حق ادا کیا یہ سلسلہ تا ہنوز جاری وساری ہے اور تا قیام قیامت ان شاء اللہ تعالیٰ جاری وساری رہے گا۔

دور حاضر میں ایک مرتبہ پھر کئی فتنوں نے سر اٹھایا ہے۔ جن کا مقابلہ کرنے کے لیے خنجر رضا کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ ان فتنوں میں جاوید احمد غامدی، ڈاکٹر ذاکر نائیک، زبیر علی زئی، جماعت المسلمین، اور فتنہ تفضیلی سرفہرست ہیں۔ ہمارا سیکولر میڈیا بھی ان فتنوں کو تقویت دینے میں نہایت ہی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ رہی سہی کسر ہمارے کم علم جذباتی خطیبوں نے پوری کردی ہے۔ ابھی گزشتہ رمضان المبارک کے مہینہ میں پاکستانی میڈیا پر جس بے باکی سے شیعہ مذہب کا پرچار کیا گیا وہ ہمارے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ علماء

اہل سنت میڈیا پر اپنی بھرپور نمائندگی کا حق ادا کرتے مگر ایسا نہ ہوسکا۔ جس کا نقصان یہ ہوا کہ ہر چینل پر شیعہ عالم کو بھرپور موقع ملا اور انھوں نے اپنے جھوٹے مذہب کا دل کھول کر اظہار کیا۔ سماء ٹی وی پر ایک نوحہ خواں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں درج ذیل شعر کو بار بار دہراتا تھا۔

خدا کو بلایا تو علی آگئے

اتفاق سے اس موقعہ پر سنی کہلانے والے ایک عالم دین بھی وہاں موجود تھے۔ مگر افسوس کے انہوں نے اس بے ہودہ اور گمراہ کن شعر پر کوئی گرفت نہیں فرمائی۔ جبکہ ایک شیعہ عالم نے اس کی یہ توجیح بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ''علی'' بھی ہے لہٰذا اس شعر میں علی کے آنے سے مراد اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (استغفر اللہ)

ایک اور چینل پر ایک شیعہ عالم متعہ کے جائز ہونے پر دلائل دیتا رہا۔ مگر کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ اُسے چیلنج کرتا۔ یہ تمام مسائل تو اپنی جگہ علماء ومشائخ اہل سنت کی توجہ کے طلب گار ہیں لیکن ان تمام فتنوں میں انتہائی خطرناک فتنہ ''تفضیلیہ وسب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' ہے جو زہر قاتل کی طرح اہل سنت و جماعت کی رگوں میں حلول کر رہا ہے۔ کئی علماء ومشائخ نہ صرف اس فتنہ سے متاثر ہوچکے ہیں بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر اس کا پرچار بھی کررہے ہیں اور انھیں روکنے والا کوئی نہیں۔

افضلیت شیخین کا عقیدہ محدثین وعلماء اہل سنت کے نزدیک اجماعی ہے۔ حضرت اعلیٰ قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ محدث گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور سابقہ مفتیان گولڑہ شریف بھی افضلیت شیخین کے قائل ہیں لیکن اس کے باوجود اہل سنت و جماعت کے اس اجماعی عقیدہ میں رخنہ اندازی کی ایک عالم گیر مہم چلائی جارہی ہے اور اس میں راولپنڈی کے کچھ سادات بھرپور طور پر حصہ لے رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ان کی طرف سے پے در پے ایسی کتب کی اشاعت کی گئی ہے جن میں صحابہ کرام، محدثین، اور علماء اہل سنت کی سخت توہین کی گئی ہے۔

ملک محبوب الرسول قادری جو محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی نسبت سے ایک مجلّہ ''انوار رضا'' کے کئی ضخیم نمبر شائع کرچکے ہیں نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات

کی مکمل طور پر مخالفت کرتے ہوئے ضلع اٹک کے ایک دیوبندی سید مہر شاہ بخاری جو کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سخت گستاخ ہے اور آپ کی شان میں کفریات بکنا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے سے نہ صرف ملاقات کی بلکہ موصوف کی خدمات دینی کے حوالہ سے بھرپور مضمون بھی لکھا اور اس گستاخ کی ایک کتاب بھی اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کی۔قادری صاحب نے اپنی نسبت کا لحاظ بھی نہ کیا اور وہ کر دکھایا جس کی اُمید ہمیں خواب میں بھی نہ تھی۔

ایک مصری عالم شیخ محمود سعید ممدوح جو کہ شیعہ مذہب کا پیروکار ہے نے ایک کتاب ''غاية التبجيل وترك القطع فی التفضيل'' کے نام سے لکھی اور پاکستان میں اس کا اردو ترجمہ مولانا شاہ حسین گردیزی صاحب نے ''کیا مسئلہ افضلیت ظنی نہیں'' کے عنوان سے کرایا۔کتاب کا عنوان دیکھ کر اہل علم یہ بات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ افضلیت شیخین کے اجماعی عقیدہ کو کس طرح سبوتاژ کیا جا رہا ہے۔اس کتاب میں ممدوح صاحب نے نہ صرف علمی خیانت کا عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے بلکہ تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے کی ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔اس کتاب کا لاجواب ردّ محدث بریلوی و محدث گولڑوی علیہم الرحمۃ کے سچے غلام ''نہایۃ الدلیل'' کے نام سے اہل علم کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔

ابھی حال ہی میں امام جزری علیہ الرحمۃ کی کتاب ''اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب'' کا ترجمہ و شرح جامعہ اسلامیہ لاہور کے استاد ظہور احمد فیضی نے کیا ہے۔اس شرح میں فیضی صاحب نے اپنے آپ کو متاثرین شیعہ مذہب کی صف اول میں شامل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، محدثین و علماء اہل سنت کو ناصبی جیسے خطاب سے نوازا گیا۔اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی تحقیر کی گئی اور دوران ترجمہ و شرح علم و تحقیق کی وہ دھجیاں اڑائیں کہ جس پر ہمارا رواں رواں ماتم کناں ہے۔موصوف بڑی دلیری سے اپنے توہین آمیز قلم کو چلاتے چلے گئے اور ذرا برابر بھی خوف خدا ان کے دل میں پیدا نہ ہوا۔ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے ریزہ خوار اس شر، کا بھرپور آپریشن کریں گے۔

ابھی ہم اسی غم میں مبتلا تھے کہ راولپنڈی کے گیلانی سادات کے ایک گھرانے کے سپوت عظمت

حسین شاہ نے الشیخ سید محمد صدیق غماری المغربی جو عقیدۃً شیعہ ہیں کی کتاب ''حدیث باب مدینۃ العلم کی صحت اصول حدیث کی روشنی میں'' کا ترجمہ کشمیر کے ایک سید زادے ریاض حسین شاہ کاظمی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے کرایا اس کتاب میں بھی مصنف اصول حدیث سے مکمل انحراف کرتے ہوئے شیعہ روایات کا سہارا لے کر توہین رسالت و صحابہ کا مرتکب ہوا ہے کتاب کی ضخامت کم و بیش ساڑھے چار سو صفحات ہے اس کے صفحہ نمبر ۳۷۹ پر حاشیہ میں صحابی رسول کاتب وحی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک توہین آمیز روایت درج ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص شراب پیتے تھے۔ (معاذ اللہ)۔محرک شاہ صاحب کا اس کتاب کو ترجمہ کرانا اور شائع کرنے کا مقصد توہین صحابہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔(الامان الحفیظ)۔اس توہین آمیز روایت سے متعلق تحقیق انیق عنقریب رسائل و جرائد اہل سنت میں شائع کی جائے گی۔

موصوف عظمت حسین شاہ گیلانی صرف یہ ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی ایسی کتب کی اشاعت کے محرک رہ چکے ہیں جن میں صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین پائی جاتی ہے۔مولوی برخوردار ملتانی کی کتاب ''سیرت غوث اعظم'' زر کثیر خرچ کر کے صرف اس لیے چھپوائی کہ اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سخت تبرا کیا گیا تھا۔اگر عظمت اہل بیت اسی کا نام ہے کہ صحابہ کرام کی توہین کی جائے تو ایسی عظمت سے ہم بعض آئے۔حالانکہ گیلانی شاہ صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بد مذہبوں کے ردّ کے لیے استعمال کرتے۔بالخصوص حضور اعلیٰ مجدد زماں قبلہ عالم تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ گیلانی سُنی حنفی علیہ الرحمۃ کے خلاف ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''مجدد زماں'' جلد دوم میں جو اعتراضات اٹھائے ہیں اُن کے جوابات دیتے یا اپنے استاد سید عبد القادر شاہ گیلانی کی شخصیت کا جو تعارف ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے اپنی کتاب ''مطالعہ بریلویت جلد ۴'' میں کرایا ہے کا ردّ کرتے تو یقیناً ان کے اس اقدام کو اہل سنت میں تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا لیکن موصوف تو اُسی شاخ کو کاٹنے پر مصر ہیں جس پر آشیانہ ہے۔

خدارا خدارا! اہل سنت پر رحم کیجئے ہم پہلے ہی حالت جنگ میں ہیں بد مذہبوں کے زہریلے ہتھکنڈے ہمیں چاروں شانے چت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اہل سنت و جماعت کے سچے عقیدے کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے ہر قسم کے وسائل کا بے دریغ استعمال کیا جارہا ہے پارلیمنٹ ،سکولز ،کالجز ،یونیورسٹیز ،انٹرنیٹ حتیٰ کہ نصاب تعلیم ہر جگہ بد مذہب چھایا ہوا ہے ہم صرف نام کے سواد اعظم ہیں لیکن افسوس آپ لوگ حالات کی نزاکت کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں ۔ایسا لگتا ہے کہ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم کو پڑھ پڑھ کر اپنے سینے پر دم کیے بیٹھے ہیں ۔ایسے میں ہم کہاں جائیں کس سے فریاد کریں کس کا دروازہ کھٹکھٹائیں ۔

اگر ہم یونہی خواب غفلت کا شکار رہے تو وہ وقت دور نہیں کہ مملکت خداداد میں مصر و شام جیسے حالات پیدا ہو جائیں اور اہل سنت کہلانا ایک جرم عظیم سمجھا جائے ۔اس موقعہ پر میں جید علماء اہل سنت بالخصوص راولپنڈی میں علماء و مشائخ کے پیشوا اور تنظیم المدارس اہل سنت کے سرپرست جناب شیخ الحدیث والتفسیر پیر سید حسین الدین شاہ صاحب ،پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور جامعہ نظامیہ لاہور کی علماء کونسل کے معزز اراکین اور جید علماء اہل سنت سے دست بستہ انتہائی ادب و احترام سے استدعا گزار ہوں کہ للہ! للہ!!! اپنی پہلی فرصت میں پورے پاکستان سے جید علماء اہل سنت کا ایک اجلاس بلا کر ایک اعلامیہ جاری فرمائیں ۔جس میں مسئلہ افضلیت شیخین ،مقام صحابہ و اہل بیت اور بالخصوص حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقشات و مجادلات کے حوالہ سے اہل سنت کا موقف واضح فرمائیں ۔اس کے بعد اگر کوئی اس اعلامیہ کے خلاف کوئی تحریر یا تقریر کا موجب بنے تو خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اور کتنے ہی اعلیٰ نسب کا حامل کیوں نہ ہو اُسے اہل سنت سے خارج قرار دے کر اُس کے خلاف بھرپور قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے ۔

اللہ کریم کی بارگاہ میں عاجزانہ ،دردمندانہ ،التجا ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت کو ہر قسم کے شر سے محفوظ فرمائے اور علماء اہل سنت کا سایہ تا قیام قیامت ہم عاصیوں پر قائم و دائم رکھے ۔آمین!

قاری ظہور احمد فیضی کی ''شرح اسنی المطالب'' میں شرانگیزی

علماء و مشائخ اہل سنت کے لیے لمحہ فکریہ

از قلم: محمد فیصل خان رضوی (راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمت مسلمہ ہر دور میں کسی نہ کسی علمی زوال و افتراق کا شکار رہی ہے ۔مگر ہر دور میں علماء حق نے ایسی آزمائشوں کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ مسلک حق اہل سنت و جماعت کے علم کو اونچا رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ۔چاروں ائمہ اہل سنت پر جس قسم کی تکالیف آئیں یہ کسی اہل علم پر مخفی نہ ہوگا ۔مگر قربان جایئے ان نفوس قدسیہ پر کہ ان کے پایہ استقلال میں ذرا بھر کمی نہ آئی اور پھر ہندوستان میں جس طرح امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی فتنوں کا بیک وقت مقابلہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی ۔جب اس قسم کے علمی انحطاط کا وقت آئے تو ہمیں اپنے اسلاف کی ہمت اور استقلال کو اپنی مشعل راہ بنانا چاہیئے ۔

دور حاضر میں اس مملکت خداداد میں قریباً عرصہ ۴ سال قبل سے شروع ہونے والا نہایت خطرناک فتنہ [[تفضیلیت]] ہے جس سے اہل سنت و جماعت کو سامنا ہے میں نے حتی المقدور کوشش کی کہ اس مسئلہ تفضیل کا علماء اہل سنت و جماعت مل بیٹھ کر کوئی حل نکالیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مسئلہ کی وجہ سے ہم مزید دھڑے بندیوں میں تقسیم ہو جائیں ۔زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ مفتی محمد خان قادری صاحب نے رسوائے زمانہ اور صحابہ پر لعن طعن اور عامیانہ جملے بولنے والی مائل بہ شیعہ مذہب شخصیت ظہور احمد فیضی کو اپنا ریسرچ سکالر رکھا ہوا ہے ،میں عوام الناس اور اہل سنت کے علماء کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ اس شخص کی کتابیں پڑھ کر دیکھ لیں ۔آپ کو شیعہ استدلال کی بھرپور مثالیں ملیں گی یہ تمام اہل سنت کے کے لیے لمحہ فکریہ ہے ۔

جب قاری ظہور احمد فیضی کی کتاب ''شرح خصائص علی'' منظر عام پر آئی تو ہمارے فاضل دوست مولانا عاطف سلیم نقشبندی نے قاری ظہور احمد فیضی کو فون کیا کہ اس کتاب میں جو مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل پر آپ نے کام کیا ہے ہم آپ کو اس کی مبارک باد پیش کرتے ہیں مگر آپ نے سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شان میں جو گستاخیاں کیں وہ اچھی بات نہیں ہے اور کسی بھی مقام پر آپ نے سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دعائیہ کلمات (رضی اللہ عنہ) کے نہیں لکھے۔ اس اعتراض پر قاری صاحب نے جواب دیا کہ!

''میرا دل نہیں مانا کہ میں حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ (رضی اللہ عنہ) کے الفاظ لکھوں''

اس بات سے ظہور احمد فیضی اور مفتی صاحب موصوف کا مسلک واضح ہو جاتا ہے۔ (الامان الحفیظ)

یہ لوگ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل کی آڑ میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن اس لیے کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنے کی کوشش کرے گا اور کتاب ''خصائص علی'' پر اعتراض کرے گا تو یہ لوگ جواب یہ دینگے کہ دیکھو یہ شخص ناصبی ہے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت ہے اسی لیے تو کتاب پر اعتراض کر رہا ہے۔ جناب عالی! ہمیں تو بچپن سے ہی حب علی اور حب اہل بیت رضی اللہ عنہم کا درس دیا گیا ہے اور ویسے بھی ہمیں حب اہل بیت کا سرٹیفکیٹ کسی شاہ، کسی مفتی، کسی قاری یا کسی پیر سے نہیں چاہیئے ہمارے دلوں میں حب اہل بیت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے اور محبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آقا نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کی وجہ سے ہے لہٰذا ان نام نہاد دین کے ٹھیکیدار اور ریسرچ اسکالرز کی ہمیں کوئی پروا نہیں کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ دین اسلام کو جتنا نقصان ان نام نہاد مولویوں نے پہنچایا کسی غیر مسلم نے نہیں پہنچایا ہے۔ نام نہاد ریسرچ اسکالر مسٹر فیضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کی آڑ میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس طرح طعن و تشنیع کے تیر برسا رہا ہے اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ ابھی یہ قصہ تمام نہ ہوا تھا کہ مفتی محمد خان قادری صاحب کی سرپرستی میں ظہور احمد فیضی کی کتاب ''شرح اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب'' کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی مجھے یقین تھا کہ اس ضخیم شرح میں بھی علماء اہل سنت کو ضرور اپنی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہوگا

چنانچہ جیسے ہی کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو عجب حیرانگی کا عالم تھا کہ اس کتاب میں بھی جناب حضرت علامہ پیر سائیں غلام رسول قاسمی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب ''ضرب حیدری'' کا جواب دیتے ہوئے قاری ظہور احمد فیضی نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر نہایت گھٹیا اعتراضات کیے اور امام اشعری، امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابرین اُمت پر بھی کیچڑ اچھالا گیا۔ اس کتاب میں اہل سنت کے اکابرین کو ڈھکے چھپے لہجہ میں اپنی طعن و تشنیع اور دلی خباثت کا نشانہ بنایا گیا اور کسی بھی شخصیت کو معاف نہیں کیا۔ اس صورت حال سے مفتی محمد خان قادری صاحب کو مطلع کیا گیا ہے مجھے امید ہے کہ مفتی صاحب اس معاملہ کو حل کرنے میں اپنا کردار ضرور ادا کریں گے۔

کچھ دن پہلے مجھ سے میرے ایک دوست نے پوچھا کہ چند تفضیلی حضرات اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین پر بھی تنقید سے باز نہیں آتے ایسا کیوں؟ میں نے کہا کہ بھائی یہ لوگ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں بخشتے تو اعلی حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تو تقریباً ایک صدی پہلے کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ مفتی صاحب اینڈ کمپنی کا یہ ماننا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ہر کسی سے اختلاف کیا جا سکتا ہے تو میں یہ پوچھنے کی جسارت کروں گا کہ اگر ہم نے یہ اصول عام کر دیا تو پھر دہریت اور لامذہبیت کا دور دورا ہو جائے گا، کل کوئی بھی اس بات کو لے کر اپنی تحقیق کو حق ثابت کرے گا اور محدثین اور اکابرین پر کیچڑ اچھالنا اپنا فرض اولین سمجھے گا اگر آپ کو یہ اصول اتنا ہی پسند ہے تو پھر آپ جاوید احمد غامدی اور غلام احمد پرویز کے اتنے خلاف کیوں ہیں؟ وہ بھی تو یہ ہی راگ الاپتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے سامنے کسی کے قول کی حیثیت نہیں۔ جناب یہ لوگ تو پھر بھی عصر حاضر اور ماضی قریب کے لوگ ہیں، خارجیوں نے کیا قصور کیا تھا؟ جو کہتے تھے حکم صرف اللہ کا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ لہٰذا ایسے نظریات سے اجتناب کرنا نہایت ضروری ہے جس سے سلف و صالحین کے ذات پر طعن تشنیع کے دروازے کھل جائیں۔ اس ضمن میں ایک اہم بات عرض کر دوں کہ گجرات سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان عالم علامہ قاری محمد لقمان صاحب نے مولود کعبہ کون؟ نامی ایک کتاب لکھی اس کتاب کے چھپنے کے بعد جو لوگ اس مؤقف سے متفق نہیں تھے انھوں نے قاری

لقمان صاحب پر ظلم و زیادتی کرنا شروع کر دیا جناب لقمان صاحب کو ان کے جامعہ اور مدرسہ سے نکالا گیا ان کی عمر بھر کی پونجی جو کہ کتابوں کی شکل میں تھی اس کو بھی ضبط کر لیا گیا یہ سب کس کے ایماء پر کیا گیا، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر گلہ اتنا ہے کہ ہمارے اکابرین اہل سنت کہاں ہیں؟ ایسے معاملات میں ان کی موجودگی کیوں نظر نہیں آتی؟ یہ معاملہ صرف قاری محمد لقمان صاحب تک ہی محدود نہ رہا بلکہ مسئلہ افضلیت شیخین پر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمانی کرنے پر راولپنڈی کے ایک عالم سید ذوالفقار حسین گیلانی کو بھی انکے جامعہ سے فارغ کر دیا گیا۔ میری علماء اہل سنت سے اپیل ہے کہ ان قبیح حرکات کا سختی سے نوٹس لینا چاہیئے۔

ہم قارئین کو دوبارہ قاری ظہور فیضی کی کتاب ''اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب'' کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے قبل میرا ابھی یہ ہی موقف تھا کہ قاری ظہور احمد فیضی کا ''خصائص علی رضی اللہ عنہ'' کو ترتیب دینا وہ حب علی رضی اللہ عنہ میں نہیں بلکہ بغض معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہے مگر قاری صاحب کی نئی کتاب ''شرح اسنی المطالب'' کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسٹر فیضی نے اس کتاب کو بغض معاویہ میں نہیں بلکہ بغض صحابہ اور بغض اہل سنت میں لکھا ہے مجھے اس بات کا بالکل علم نہیں کہ اہل سنت کے علماء کرام اس کتاب پر کیوں خاموش ہیں؟ اور ہمارے مشائخ نے کیوں لب کشائی سے گریز کیا ہوا ہے؟۔ شرح اسنی المطالب میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کے کن فضائل اور خاصہ کو باقی رہنے دیا گیا ہے اس کا جواب یا تو فیضی صاحب دے سکتے ہیں یا ان کے حواری۔

ظہور احمد فیضی کی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر جسارت

شرح اسنی المطالب ص ۶۰ پر ''امام احمد رضا حنفی پر ایک ظلم'' کے تحت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین'' کو جعلی اور ان کی طرف منسوب یا محرف قرار دیا ہے، مزید اپنی علمی کم مائیگی دکھاتے ہوئے اس پر دو ثبوت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک اعتراض سند پر ہے جبکہ دوسرے اعتراض کا تعلق متن اور اسکے تضاد سے ہے

یہاں قاری صاحب کے اعتراضات کا عامیانہ پن ملاحظہ کریں۔

اعتراض اول:۔ (ابو بکر و عمر خیر الاولین و الاخرین و خیر اہل السماء و خیر اہل الارض الا النبیین و المرسلین یعنی ابوبکر اور عمر اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں، آسمانوں سے بھی افضل ہیں اور زمین والوں سے بھی افضل ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے) یہ موضوع اور جعلی حدیث اس کتاب میں بھی درج ہے جو آج کل مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین کے نام سے شائع کی گئی ہے اس پر بطور مصنف امام احمد رضا حنفی کا نام ہے۔

اعتراض دوم:۔ قاری صاحب اسنی المطالب ص ۶۰ پر لکھتے ہیں! اس لیے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ بعد کے کسی شخص نے مخصوص مقصد کی خاطر یہ گھناؤنی کاروائی کی ہے اور ایسا ظلم ہر دور میں ہوس پرست ہر مقبول و مشہور شخصیت کے ساتھ کرتے رہے ہیں کہ پوری کتابیں لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دیں یا پھر من پسند مواد ان کی تصنیف میں گھسیڑ دیا، جیسا کہ اہل مطالعہ پر مخفی نہیں۔

رضا کے نیزے کی مار:۔ مفتی محمد خان قادری صاحب کے ریسرچ سکالر قاری ظہور احمد نے ان اعتراضات کو لکھ کر اپنی علمی استعداد کا ثبوت بین پیش کیا ہے۔ قاری صاحب اگر قرأت کی طرف ہی توجہ دے دیتے تو شاید اچھے قاری بن جاتے ان کو ایسے اعتراضات کرنے کے بعد اتنی عزیمت تو نہ اٹھانی پڑتی اب ہم قاری صاحب کے استدلال کو تارعنکبوت کی طرح تار تار کرتے ہیں۔

جواب اول:۔ قاری ظہور احمد فیضی کا یہ لکھنا کہ اس حدیث کو مطلع القمرین میں نقل کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب ہے یا پھر اس کتاب کی تحقیق کرنے والوں نے اس کتاب میں تحریف کی ہے (جس پر قاری فیضی صاحب نے گھسیڑ کا لفظ لکھا ہے) ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ قاری ظہور احمد فیضی کو کچھ اور کام کرنا چاہیئے تھا کیونکہ تحقیق کرنا ان کی بس کی بات نہیں ہے۔ اگر مسٹر فیضی اعلیٰ حضرت کی دیگر تصانیف کا بھی مطالعہ کر لیتے تو انھیں اچھی طرح معلوم ہو جاتا کہ ابو بکر و عمر خیر الاولین و الاخرین و خیر اہل السماء و خیر اہل الارض الا النبیین و المرسلین (یعنی ابوبکر اور عمر اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں، آسمانوں سے بھی افضل ہیں اور زمین والوں سے بھی افضل ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔) روایت ان کی

کتاب فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ میں دو مقامات پر موجود ہے۔ایک مسئلہ ۱۱۰ کے تحت جلد ۲۹ ص ۲۷۶ اور ایک عقیدہ سادسہ کے تحت ج ۲۹ ص ۳۶۶۔ اگر ابو بکر و عمر خیرالاولین و الاخرین والی روایت نقل کرنے سے مطلع القمرین کا اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر اسی حدیث کا فتاویٰ رضویہ میں موجود ہونے کی وجہ سے مسٹر فیضی کے کلیہ کے مطابق فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۸ بھی اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب ہونا ثابت ہوا حالانکہ ہر عام و خاص اور اغیار تک کو معلوم ہے کہ فتاویٰ رضویہ کس کی تصنیف ہے؟۔

اگر قاری صاحب وسیع المطالعہ ہوتے تو انکو یہ بونگی نہ مارنی پڑتی دراصل قاری صاحب کو عادت ہے کہ وہ ایسی کتاب پر کام کرتے ہیں جس پر کسی عرب محقق نے پہلے تحقیق کی ہو، اپنا مطالعہ تو انکا اہل تشیع کی کتابوں سے آگے بڑھتا نہیں ہے اور موصوف چلے ہیں اعلیٰ حضرت کی کتابوں پر اعتراض کرنے ، مجھے لگتا ہے کہ مسٹر قاری صاحب کے دشمن نما دوستوں نے اس اعتراض کو ان کے سامنے پیش کیا ہوگا اور موصوف نے اس کو بغیر تحقیق کیے ہوئے اپنی کتاب میں بڑے فخر کے ساتھ لکھ دیا ہوگا، اور شاید قاری صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ خود اعلی حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مطلع القمرین کا ذکر اپنے فتاویٰ رضویہ میں ۸ مقامات پر کیا ہے جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مطلع القمرین اعلی حضرت کی تصنیف ہے اور اس کتاب کے دیگر استدلال بھی اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔لہٰذا اس میں کسی قسم کی تحریف اور گڑ بڑ نہیں ہے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ موجودہ نسخہ نامکمل ہے اگر مکمل ہوتا تو فتاوی رضویہ کی موجودہ ۲ جلدوں کی ضخامت کے برابر ہوتا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کا مکمل نسخہ کہیں سے دستیاب ہو جائے تا کہ ہم اعلیٰ حضرت کے علمی سمندر سے مزید فائدہ اٹھا سکیں۔(آمین)

جواب دوم :۔عرض یہ ہے کہ اس حدیث کو قاری ظہور احمد صاحب نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''میزان الاعتدل ج ۲ ص ۱۱۱'' اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''لسان المیز ان ج ۲ ص ۱۶۷'' سے موضوع ہونا نقل کیا ہے۔اب اس پر قاری صاحب سے چند سوالات کرنے کی جسارت کرنا میرا حق ہے جو کہ الزامی نوعیت کے ہیں۔

نمبر ۱۔ کیا آپ کے نزدیک حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث پر حکم حجت ہے؟ اور اگر حجت ہے؟ تو پھر آپ نے متعدد روایات خصوصاً علی سید العرب پر علامہ ذہبی اور حافظ بن حجر کا حکم کیوں نہیں مانا؟ اور اگر ان دونوں اصحاب کے حکم حجت نہیں ہیں تو ہمارے خلاف کیوں پیش کیا؟ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو۔

نمبر ۲۔ ''غـایـہ التبـجیـل'' مترجم کے اکثر حواشی قاری صاحب کے لکھے ہوئے ہیں۔ جہاں انھیں کوئی وضاحت کرنی ہوتی ہے تو وہ ضرور کرتے ہیں۔

اس کتاب کے ص ۲۴۴ پر محمود سعید ممدوح نے اعتراض کیا تھا کہ علی سید العرب والی حدیث میں عمر بن الحسن الرجبی پر کذاب کی جرح علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے کی؟

اس بات پر مسٹر فیضی نے خاموشی اختیار کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیخ محمود سعید ممدوح کی اس بات سے متفق ہیں۔اب ممدوح کے استدلال پر میرا یہ الزامی سوال ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے راوی جبرون بن واقد کو کذاب کہا؟ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ علامہ ذہبی سے پہلے جبرون بن واقد کو کس نے کذاب کہا؟ اگر آپ کا استدلال علی سید العرب کے بارے میں صحیح ہے تو پھر یہ استدلال ابو بکر و عمر خیر الاولین کی روایت پر کیوں نہیں؟

مزید یہ کہ علامہ ذہبی نے تو اس راوی کو اپنی کتاب ''المغنی فی الضعفاء:۱۰۸۹'' پر ''لیس بثقہ'' لکھا ہے۔ پھر آپ اس روایت کو موضوع کیوں مانتے ہیں؟ علامہ ذہبی کی کس دلیل کے تحت اس روایت کو آپ موضوع ماننے پر راضی ہوئے؟ اگر جواب یہ ہے کہ انھوں نے اس کے متن کی وجہ سے اس کو موضوع قرار دیا ہے تو پھر آپ یہ بات مان لیں کہ محدثین کا حدیث کو موضوع کہنا صرف سند کی وجہ سے نہیں بلکہ متن کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور دیگر علتوں کی وجہ سے بھی۔

نمبر ۳۔ اگر کسی کتاب میں ابو بکر و عمر خیرالاولین و الاخرین و خیر اھل السماء و خیر اھل الارض الا النبین و المرسلین (یعنی ابو بکر اور عمر اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں، آسمانوں سے بھی افضل ہیں اور زمین والوں سے بھی افضل ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے) کی حدیث آ جائے تو آپ ایسی کتاب پر محرف ہونے کا قانون نافذ کرتے ہیں اگر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر

اس حدیث کو نقل کرنے پر اتنا اعتراض ہو رہا ہے تو پھر یہ حدیث جن کتابوں میں درج ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

الموتلف و المختلف ج۳ ص۱۰۷، تاریخ دمشق ج٤٤ ص ١٩٥، محض الصواب ص۲۳۵، تاریخ بغداد:٧٦٥، کنز العمال:٣٢٦٤٥، الصوعق المحرقه ص ٢١٩، لوامع الانوار ج٢ ص ٣٢٢، الفتح الکبیر:١٠٥، جامع الاحادیث:٢٣١، جمع الجومع للسیوطی:٢٣٠۔

بلکہ علامہ حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الروض الانیق:۸'' میں اس حدیث کو اپنے دلائل میں درج کیا ہے اور قاری ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب ''شرح اسنی مطالب'' میں متعدد مقامات پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی تحسین اور تصحیح نقل کی ہے۔

اگر ہمت ہے تو حافظ سیوطی، خطیب بغدادی، حافظ ابن عساکر، اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہم پر بھی فتویٰ عائد کر کے دکھائیں۔

نمبر٤۔ اگر موضوع روایت نقل کرنے پر قاری صاحب اتنے سیخ پا ہیں تو پھر انکی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں ۲۵ سے زائد موضوع روایات ہیں جن کا قاری صاحب کو یقیناً علم ہوگا اس پر خاموشی کیوں؟ اگر ان رویات کا موضوع ہونا کا علم نہیں تھا تو جہالت لازم آئی اور اگر علم تھا تو خیانت لازم آئی۔

ہماری اس الزامی گفتگو سے یقیناً نام نہاد ریسرچ اسکالر صاحب کو افاقہ ہوگا، بصورت دیگر مزید علاج کی سہولت بھی میسر ہے اس کے بعد ہم اس اعتراض کے تحقیقی پہلو کی طرف اپنے قارئین کو متوجہ کرتے ہیں۔

حدیث ''ابو بکر و عمر خیر الاولین و الاخرین'' کی سند کی تحقیق

۱۔ ہمیں یقین ہے کہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث پر حکم پوری دیانت داری سے لگایا ہوگا اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کیوں نقل کیا؟ اس حدیث کو محدث بریلوی نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال'' ج۱۱ ص۵۶۰، رقم الحدیث: ۳۲۶۴۵ سے نقل کیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے وہی اصطلاحات (رمز) حدیث کی کتابوں کے بارے میں لکھی ہیں جو کہ علامہ متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب ''کنز العمال'' میں لکھی تھیں اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے علامہ متقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث لکھنے کے بعد ''الحاکم فی الکنیٰ''، عد (الکامل ابن عدی)، خط (تاریخ خطیب بغدادی) کا استعمال کیا ہے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ ہی رمز اور اصطلاحات استعمال کیے ہیں معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے اس روایت کو کنز العمال پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا اور یہ بات اہل علم پر عیاں نہیں کہ اُس وقت برصغیر کے علماء کرام کے حدیث کے نقل کرنے میں کنز العمال پر اعتماد ہوا کرتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیث کی بہت ساری کتابیں مخطوطات کی شکل میں تھیں اور شائع نہ ہوئی تھیں اس لیے اکابرین کے پاس اس کتاب کا ہونا کسی نعمت سے کم نہیں تھا کیونکہ اس کتاب میں اسناد درج نہ تھیں اس لئے یہ تحقیق مشکل تھی کہ کون سی حدیث صحیح ہے؟ اور کون سی حدیث موضوع؟ کیونکہ کنز العمال میں اس حدیث کے لئے جو رمز استعمال کیے ہیں ان میں '' الحاکم الکنی '' کچھ عرصہ پہلے شائع ہوئی اور وہ بھی مکمل نہیں بلکہ ناقص ہے ''الکامل ابن عدی '' بھی چند دہائی پہلے شائع ہوئی اور یہی حال '' تاریخ بغداد'' کا ہے، اس لئے کسی بھی محقق کے لئے روایات پر تحقیق مشکل نہیں بلکہ ناممکن تھا اس لئے اعلی حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے سے پہلے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کر لیا ہوتا تو موصوف قاری صاحب محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر ایسے بیہمانہ اعتراضات کا گناہ اپنے نامہ اعمال میں نہ لکھواتے۔

۲۔ اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ''کنز العمال'' سے روایت نقل کرنے کا اس کے موضوع ہونے نہ ہونے سے کیا تعلق ہے۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ کنز العمال پر ہندوستان کے علماء کا اعتماد اس لئے تھا کہ خود کنز العمال کے مقدمہ میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ انھوں نے یہ کتاب علامہ سیوطی کی کتاب ''جمع الجوامع'' اور ''جامع الکبیر'' وغیرہ کتابوں سے اخذ اور اختصار کیا ہے۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں!

''جامع صغیر اور جمع الجوامع علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن میں احادیث کو حروف تہجی کی

ترتیب پر جمع کیا گیا اور تمام قولی و فعلی احادیث رسول ﷺ کا احاطہ کرنے کا سیوطی نے دعویٰ کیا تھا، شیخ متقی رحمۃ اللہ علیہ نے تبویب کی اور انھیں فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا کام کیا ہے۔اور کیسے تصرفات (اضافے) کئے ہیں پھر دوبارہ اس میں انتخاب کر کے مکرر حدیثوں کو الگ کیا اور وہ (منتخب کنز العمال) بھی ایک مہذب و منقح کتاب ہے''۔(اخبار الاخیار ص ۲۵۷۔۲۵۸، طبع مجتبائی دہلی)

۳۔ جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ علامہ متقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف کتابوں کا مجموعہ ہے اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے اس کو جمع کیا گیا ہے تو اب اس بات کی تحقیق لازمی ہے کہ علامہ سیوطی کی کتابوں میں درج روایات کے بارے میں علماء کرام کی کیا رائے تھی؟

علامہ شیخ عبدالروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ دیباچہ ''جمع الجوامع'' سے نقل کرتے ہیں!

''علامہ سیوطی ایک ایسے طریقے پر گامزن رہے ہیں جس سے حدیث کے صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کا پتہ لگ جاتا ہے۔اور وہ اس طرح کہ اگر وہ بخاری، مسلم، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، مختار ضیاء المقدسی کی طرف کسی حدیث کی نسبت کریں تو ان پانچ کتابوں میں جو حدیثیں ہیں صحیح ہیں لہٰذا ان کی طرف نسبت کرنا ان کے صحت کا اعلان ہے بجز مستدرک کی وہ حدیثیں جن پر گرفت ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جس کی نسبت عقیلی، ابن عدی، خطیب، ابن عساکر، حکیم ترمذی، تاریخ حاکم اور مسند الفردوس دیلمی کی طرف ہے وہ ضعیف ہیں۔(دیباچہ جمع الجوامع۔للمناوی)

لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث کی نسبت ابن عدی، خطیب، اور تاریخ حاکم کی طرف کی ہے وہ ضعیف ہیں اور کنز العمال میں بھی یہ روایت انہی تینوں کتابوں کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں اور جمع الجوامع میں بھی اس لیے علامہ سیوطی اور علامہ متقی رحمۃ اللہ علیہم اور علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابو بکر و عمر خیرالاولین و الاخرین و خیر اھل السماء و خیر اھل الارض الا النبین و المرسلین ضعیف ہے نہ کہ موضوع۔اس لیے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کیا یہ الگ معاملہ ہے کہ ''کنز العمال'' اور ''جمع الجوامع'' میں بہت ساری موضوع

روایات موجود ہیں، موضوع روایت کے بارے میں یہ اصول محدثین نے وضع کیا ہے کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ حدیث موضوع ہے تو اس حدیث کو اس کی علت کے بغیر بیان کرنا حرام ہے لیکن اگر کسی کے علم میں نہیں تو اس پر کوئی اعتراض کرنا صحیح نہیں۔

٤۔ اس حدیث کو نقل کرنے کی تحقیق کے بعد یہ الگ بات ہے کہ اس حدیث کی جو سند علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں تھی وہ موضوع ہے لہٰذا ہمارے فاضل دوست عاطف سلیم نقشبندی نے ''مطلع القمرین'' پر جو تحقیق و تشریح کی تو اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، مگر اس حدیث کے موضوع ہونے کی ذمہ داری یا اس کو نقل کرنے کی ذمہ داری اعلیٰ حضرت پر ڈالنا جہالت اور بیوقوفی اور تعصب کے سواء کچھ بھی نہیں کیونکہ اعلی حضرت کا اعتماد صاحب کنز العمال پر تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ''الکنیٰ'' میں اس روایت کی کچھ اور سند موجود ہو کیونکہ کتاب الکنیٰ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ابھی تک ناقص شائع ہوئی ہے۔

5۔ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے احتجاج نہیں بلکہ اس روایت کو دسویں نمبر کی دلیل کے تحت درج کیا ہے اور اس سے قبل متعدد آیات اور ۹ روایات سے استدلال پیش کیا ہے لہٰذا یہ شور مچانا کہ دیکھو موضوع روایت نقل کر دی، موضوع روایت لکھ دی اس شور سے آپ کا مطلب ثابت نہیں ہوگا، تحقیق کے میدان میں دلائل کی اہمیت ہوتی ہے نہ کہ پروپیگنڈہ کی، اس حدیث کا شاہد اور طرق الدیلمی :۷۸۳۱ پر بھی ابو بکر و عمر خیر اھل السماء والارض کی صورت میں بھی موجود ہے۔اور اس شاہد کا ذکر خود امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''جمع الجوامع: ۲۲۹'' پر کیا ہے۔امید ہے کہ قاری ظہور احمد صاحب کی تسلی ہو گئی ہو گی۔

متن کی تحقیق

اس حدیث کے متن پر جامعہ اسلامیہ کے نام نہاد ریسرچ سکالر قاری ظہور احمد فیضی نے چند لایعنی اعتراضات کیے ہیں۔قاری صاحب شرح اسنی المطالب ص ۶۱ پر مزید واضح کرتے ہوئے دوسری دلیل دیتے ہیں!

میرے اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود اسی کتاب میں اسی حدیث کے برعکس موقف موجود ہے وہ اس طرح کہ اس (جعلی وموضوع) حدیث کے مطابق جو افضلیت کی ترتیب بنتی ہے اس کے مطابق سیدنا ابوبکر وعمر انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام اہل آسمان وزمین سے افضل قرار پاتے ہیں اور ان میں ملائکہ بھی شامل ہیں۔

جواب:۔ اس حدیث کے متن پر قاری ظہور صاحب کا اعتراض تو بالکل بچگانہ ہے اس لئے عرض کی تھی کہ قرأت کی طرف توجہ دیتے تو شاید اچھے قاری بن جاتے اور ایسے لایعنی اعتراضات کی وجہ سے اتنی عزیمت نہ اٹھانا پڑتی اور اچھنبے کی بات تو یہ ہے کہ تفضیلی حضرات قاری صاحب کو اپنا شیخ الحدیث اور اسماء الرجال کا امام مانتے ہیں۔ جناب فیضی صاحب کیا آپ نے بداہت عقلی اور استثناء کے الفاظ کبھی سنے یا پڑھے ہیں؟۔

جناب اگر آپ اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۲۲۹ ہی پڑھ لیتے تو وہاں آپ ہی نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سید العرب ہونے کے بارے میں لکھا ہے!

''معلوم ہوا کہ جو بھی عرب ہے بلا استثناء سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے سید ہیں اور جب عرب کے سید ہیں تو از خود عجم کے بھی سید ہیں، البتہ انبیاء کرام علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں''۔

جناب والا اس مقام پر جب انبیاء کرام کی استثناء آپ مانتے ہیں تو پھر اعلیٰ حضرت کی پیش کردہ ابو بکر و عمر خیر الاولین و الاخرین و خیر اھل السماء و خیر اھل الارض الا النبین و المرسلین میں ملائکہ مقربین کے استثناء میں کون سا عقلی استحالہ آڑے آیا ہوا ہے اور عقائد کی کتابوں میں یہ درج ہے کہ عام انسان (غیر نبی) عام فرشتوں سے افضل ہے اور عام انسان سے مقربین یا خاص فرشتے افضل ہیں لہٰذا قاری ظہور احمد کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

اعلیٰ حضرت کے دعویٰ پر اعتراض

قاری صاحب شرح اسنی المطالب ص ۶۱ پر دوسری دلیل دیتے ہیں!

''میرے اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود اسی کتاب میں اسی حدیث کے

برعکس موقف موجود ہے وہ اس طرح کہ اس (جعلی وموضوع) حدیث کے مطابق جو افضلیت کی ترتیب بنتی ہے اس کے مطابق سیدنا ابوبکر وعمر انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام اہل آسمان وزمین سے افضل قرار پاتے ہیں اور ان میں ملائکہ بھی شامل ہیں لیکن دوسرے مقامات پر اس حدیث کے برعکس یوں مرقوم ہے: سلسلہ تفضیل عقیدہ اہل سنت میں یوں منتظم ہوا (ترتیب پایا) ہے کہ افضل العالمین واکرم المخلوقین محمد رسول رب العالمین ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر انبیاء سابقین، پھر ملائکہ مقربین پھر شیخین پھر ختنین پھر بقیہ صحابہ کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ (مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ص ۱۴۴) ایک اور مقام پر یوں مرقوم ہے: عزیزو! ہمیں حکم ہے کہ ہر ذی فضل کو اس کا فضل دیں جب ہم نے مرتبہ حضرت مولی رضی اللہ عنہ کا بعد ان تین حضرات کے تمام صحابہ کرام وہ اہل بیت عظام وکافہ مخلوق الٰی جن و بشر و ملائکہ سے زیادہ جانا تو ان کا مرتبہ عند اللہ ایسا ہی تھا پھر توہین کیا ہوئی؟ توہین تو عیاذ باللہ جب ہوتی کہ ان تینوں حضرات کے سوا اور کسی کو حضرت مولیٰ سے افضل بتاتے۔ (مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ص ۱۴۴)

ان میں سے اول الذکر اقتباس میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہم پر ملائکہ مقربین کی افضلیت کا ذکر ہے اور یہ ترتیب مذکورہ بالا موضوع حدیث کے خلاف ہے اگر امام احمد رضا حنفی کے نزدیک موضوع روایت واقعی فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو ان سے کیونکر یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف کرتے؟

دوسرا اقتباس نہ صرف یہ کہ مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے بلکہ وہ پہلے اقتباس کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ پہلے اقتباس میں ملائکہ شیخین کریمین پر مقدم ہیں اور دوسرے اقتباس میں ملائکہ شیخین کریمین سے تو کیا مولا علی سے بھی موخر ہیں اسطرح تو مولیٰ علی شیخین کریمین سے افضل قرار پاتے ہیں حالانکہ یہ بات مطلع القمرین کے مقصد کے بھی خلاف ہے۔ خدارا غور کیجئے! کیا ایسے ذہین وفہیم مصنف سے اس قسم کے نسیان اور اس نسیان کے باعث اتنے بڑے تضادات کی توقع کی جا سکتی ہے؟''

جواب:۔ قاری صاحب اگر ایسے بھونڈے اعتراضات نہ کرتے تو شاید ان کی علمی حیثیت کا کچھ بھرم رہ جاتا۔ مگر چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے۔

عرض یہ ہے کہ پہلے دونوں اقتباس کے متعلقہ الفاظ کو ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھیں۔

اقتباس نمبر ۱:۔ افضل العالمین واکرم المخلوقین محمد رسول رب العالمین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم پھر انبیاء

سابقین، پھر ملائکہ مقربین پھر شیخین پھر ختنین پھر بقیہ صحابہ کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

اقتباس نمبر ۲:۔ ہم نے مرتبہ حضرت مولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بعد ان تین حضرات کے تمام صحابہ کرام واہل بیت عظام وکافہ مخلوق الٰہی اجن وبشر وملائکہ سے زیادہ جانا۔

میں قارئین کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت نے جب اقتباس نمبرا میں ملائکہ مقربین کی تخصیص کر دی تو دوسرے اقتباس میں تو صرف ملائکہ لکھا ہے اور اعلیٰ حضرت کا پہلے اقتباس میں ملائکہ مقربین کی استشناء سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دوسرے اقتباس میں ملائکہ سے مراد مرسل یا مقرب ملائکہ نہیں بلکہ عام ملائکہ مراد ہیں۔جس شخص میں اعلیٰ حضرت کی عبارت پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں وہ چلا ہے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے، کیا پدی اور پدی کا شوربہ۔

مزید یہ کہ اعلیٰ حضرت نے اقتباس نمبرا کے آگے تشریح کرتے ہوئے کچھ یوں وضاحت کی ہے!

''اور پر ظاہر کہ سلسلۂ واحدہ میں مافیہ التفاضل، یعنی وہ امر جس میں کمی بیشی کے اعتبار سے سلسلہ مرتب ہوا ایک ہی ہوگا، اور وہ افراد جن کی زیادتی اپنے ماتحت پر دوسرے اعتبار سے ہوگی، اس سلسلہ کی ترتیب میں نہیں آسکتے، بلکہ وہ دو سلسلے ہو جائیں گے، مثلاً سلسلہ روشنی میں آفتاب سب سے افضل ہے، پھر ماہتاب، پھر نجوم، پھر چراغ۔اور سلسلہ جرح وقتل میں شمشیر سب سے اکمل ہے، پھر چھری، پھر چاقو۔اب اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ افضل آفتاب ہے پھر ماہتاب، پھر چاقو یا افضل تلوار ہے، پھر چھری، پھر چراغ۔تو یہ کلام اس کا کلام مجانین میں داخل ہوگا کہ اس نے ایک ہی سلسلہ میں مافیہ التفاضل کو بدل دیا۔پس بالضرور وہ امر یہاں بھی ایک ہی ہوگا، اور جس بات میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء، اور انبیاء کو تمام ملائکہ، اور ملائکہ مقربین کو شیخین پر زیادتی مانی گئی ہے بعینہ اسی امر میں شیخین کو جناب عثمان وحضرت مرتضوی پر''۔(مطلع القمرین)

شاید تفضیلی سادہ لوح عوام کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کریں کہ کہاں فرشتے اور کہاں صحابہ کرام۔لہٰذا مناسب ہوگا کہ عقائد کی کتب سے اس عقیدہ کو بھی بیان کیا جائے تاکہ عوام الناس کو اطمینان قلب حاصل ہو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''خواصِ بشر (انبیاء ورسل) خواصِ ملائکہ سے افضل ہیں۔۔۔اور عوام بشر (غیر انبیاء یعنی اولیاء اللہ اور اتقیاء) عام فرشتوں سے افضل ہیں۔خواصِ ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں۔اس مسئلہ میں ساری اُمت کا اجماع ہے اور کسی کو مجال اختلاف نہیں۔''(تکمیل الایمان ص ۱۸۱ مترجم، مکتبہ نبویہ، لاہور)

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قاری ظہور احمد کے تمام اعتراضات باطل ومردود اور بغض اہل سنت سے لبریز ہیں دراصل تفضیلیوں کو اعلیٰ حضرت کی کتاب مطلع القمرین سے سخت تکلیف پہنچی ہے لہٰذا کسی نہ کسی طریقہ سے اس کتاب کو مشکوک کرنے کے لیے ایسے جہالت بھرے اعتراضات کو عوام الناس کے سامنے پیش کر کے ڈھکے چھپے الفاظ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کرنے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ہر مقام پر اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے تیار ہیں۔مسٹر فیضی کی کم علمی کا ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔

اعتراض:۔ موصوف نام نہاد سنی ''شرح اسنی المطالب ص ۵۱'' پر لکھتے ہیں:

''دوسری موضوع حدیث: اگر آپ غور فرمائیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مذکور پہلی موضوع حدیث کی کوکھ سے حسب ذیل دوسری موضوع حدیث نکالی گئی۔۔۔۔یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ زیادہ نمازوں اور روزوں کی وجہ سے تم لوگ سے آگے نہیں نکلا بلکہ اس راز کی وجہ سے آگے نکل گیا ہے جو اس کے سینے میں سجا دیا گیا ہے۔۔۔۔لیکن افسوس کہ روایت نبوی ﷺ نہیں بلکہ ایک غیر نبی شخص بکر بن عبداللہ المزنی کا قول ہے''۔

جواب:۔ ماشاء اللہ قربان جائیے اس ریسرچ پر، حیرت ہوتی ہے کہ موصوف کیسے حدیث کی ایک قسم مقطوع کو موضوع کہہ رہے ہیں اگر جہالت آڑے نہ آئی ہوتی اور بغض کی عینک نہ لگائے ہوتے تو انھیں یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ مقطوع ہے، اور جلیل القدر تابعی بکر بن عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ کو غیر نبی جیسے عامیانہ الفاظ سے متصف نہ کرتے۔یہ بات تو ٹھیک ہے کہ وہ غیر نبی تھے مگر لفظ (تابعی) بھی لکھا جا سکتا تھا جناب فیضی صاحب آپ اصول حدیث کی ابتدائی کتب کو دیکھنے کی تکلیف ہی گوارا کر لیتے۔مناسب تھا کہ اس کو موضوع لکھنے کی بجائے اس کو مرفوع کہنے پر اعتراض کیا جاتا مگر ایک تابعی کے (بقیہ صفحہ نمبر 38 پر)

دو عبرتناک واقعات

افضل شاہد اعوان

(۱)۔والدین کی ناراضگی کا عبرتناک انجام

جناب ریاض احمد سید روزنامہ جنگ میں ''سفارت نامہ'' کے نام سے کالم لکھتے ہیں۔۱۷ جولائی ۲۰۱۳ء کی اشاعت میں ادارتی صفحہ پر ''یہ دنیا مکافات عمل ہے'' کے عنوان سے ان کا ایک کالم چھپا ہے جس میں انہوں نے اپنے بچپن کا ایک نہایت ہی عبرتناک، چشم کشا اور سبق آموز واقعہ لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''پرائمری سکول میں ہمارے ایک استاد ہوا کرتے تھے نام تو ان کا کچھ اور تھا لیکن منشی چونڈی کے نام سے مشہور تھے، وہ اس لیے کہ سزا کے طور پر بچوں کو جان لیوا قسم کی چٹکی کاٹا کرتے تھے اور ہم ان کی اس اذیت ناک سزا سے بچنے کے لیے سخت محنت سے سبق یاد کیا کرتے تھے۔۔۔منشی جی روایتی قسم کے دیہاتی استاد تھے گاؤں کی مسجد بھی ان کے سپرد تھی جہاں کے وہ مؤذن بھی تھے اور امام بھی۔۔۔۔ان کی بس ایک ہی تڑپ ہوتی کہ پرائمری کی سطح پر تحصیل بھر کے ظائف میں سے ان کے شاگرد کم از کم پانچ تو لیں۔منشی جی کی فیملی نہایت مختصر تھی بیوی جنہیں ہم سب بے جی کہتے تھے اور ایک بیٹا جو لاہور کے کسی بڑے کالج میں پڑھتا تھا اور بے حد لائق تھا پرائمری ہمارے سکول سے ہی کی تھی منشی جی بڑے فخر سے بتایا کرتے تھے کہ میں نے اردو کی آٹھ جماعتیں پاس کی ہوئی ہیں سعدی کی گلستان، بوستان اور چوپڑ کی سڑکوں سمیت جو کچھ مجھے آتا تھا تیسری جماعت تک وہ سب میں نے صاحبزادے کو منتقل کر دیا۔بنیاد مضبوط تھی سو عمارت بھی شاندار اُٹھی۔میاں صاحبزادے نے بی اے اعزاز کے ساتھ کیا اور ایم اے میں تو یونیورسٹی بھر میں اول آئے تھے۔اس دن بے جی نے پورے گاؤں میں بتاشے بانٹے تھے، جن کا ایک بڑا تھال منشی جی سکول بھی لے آئے تھے۔کالج و یونیورسٹی کے اخراجات موصوف کی آمدن سے کہیں زیادہ تھے لیکن انہوں نے اس کا احساس بیٹے کو نہیں ہونے دیا، چپکے سے آبائی زمین بیچ دی تھی

صاحبزادہ مقابلے کے امتحان میں بیٹھا وہاں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کی اور ایک کماؤ سروس گروپ میں انڈکٹ ہو گیا۔سول سروس اکیڈمی میں تربیت شروع ہوئی تو منشی جی نے بھینس اور بے جی نے چاندی کے کنگن بھی بیچ دیئے تا کہ چھوٹے موٹے اخراجات چلتے رہیں اور صاحبزادے کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔مگر میاں صاحبزادے کو پریشانی تو پہلے ہی لاحق ہو چکی تھی، یونیورسٹی میں ہی تھے کہ ایک کلاس فیلو کے دام محبت میں ایسے گرفتار ہوئے کہ دنیا جہاں کا ہوش نہ رہا، بے بی نام نہاد اعلیٰ سوسائٹی سے تھی، موصوف اکیڈمی گئے تو خدشہ ہوا کہ کہیں شکار ہاتھ سے نہ نکل جائے چنانچہ گھیرا تنگ ہونا شروع ہو گیا، جلد نکاح کا تقاضا ہونے لگا اور پھر ایک شام لاہور کی ایک جدید بستی کے کشادہ بنگلے میں تقریب ہوئی لڑکی والوں کی پوری برادری تھی اور لڑکے کے ہمراہ اکیڈمی کے چند ساتھی اور بس، منشی جی اور بے جی سرے سے ہی غائب اور مہمان دولہا کو تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ بن ماں باپ کا بچہ کس قدر ہونہار ہے۔خبر گاؤں پہنچی تو منشی جی اور بے جی کو کانوں پر یقین نہ آیا، کسی دشمن نے اڑائی ہے، شریکوں کی کارستانی ہے، ہمارے بیٹے کی افسری سے جل گئے ہیں۔بے جی سب سے یہی کہتی تھیں، منشی جی البتہ پریشان تھے کیونکہ ان کی خبر پکی تھی، کئی دن گھر سے نہیں نکلے، کسی سے نہیں ملے، سکول جانا بھی چھوڑ دیا، زمین جائیداد تو پہلے ہی بک چکی تھی، لے دے کر ایک مکان تھا وہ بھی ہمسائے کے ہاتھوں بیچا اور دونوں میاں بیوی بحری جہاز سے حج پر روانہ ہو گئے۔حج کا موسم بیت گیا، حاجی لوگ گھروں کو لوٹ آئے مگر وہ گاؤں واپس نہیں آئے، کہاں رہ گئے کہاں بس گئے؟ کسی کو کچھ علم نہیں اور آج اس بات کو نصف صدی سے اوپر بیت گیا گاؤں والوں کو میاں صاحبزادے کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا البتہ ان کے ایک بیچ میٹ کی زبانی پتہ چلا کہ موصوف نے دوران ملازمت لمبا ہاتھ مارا، خوب دھن اکٹھا کیا، تربیتی کورس پر لندن جانا ہوا بیگم اور تیرہ برس کی اکلوتی صاحبزادی ہمراہ تھی انگلستان کی فضا کچھ ایسی راس آئی کہ وہیں کے ہو کے رہ گئے روپے پیسے کی کمی نہ تھی، آکسفورڈ کے نواح میں کچھ پراپرٹی خرید لی، وقت رواں دواں رہا زندگی بظاہر پرسکون تھی، دھماکہ اس وقت ہوا جب بیٹی نے ایک غیر مسلم سیاہ فام کلاس فیلو سے شادی کا اعلان کیا جو

موصوف پر بجلی بن کر گرا، روکنے کی مقدور بھر کوشش کی جب کچھ بن نہ پڑا تو بیگم کی سپورٹ چاہی، جواب ملا اس میں حرج ہی کیا ہے تمہاری سوچ تو ہمیشہ سے دقیانوسی رہی ہے، رہے نہ پینڈو کے پینڈو، جاہل ماں باپ کی اولاد۔ دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے تم اگر یہ سب برداشت نہیں کر سکتے تو پاکستان کی راہ لو، مگر اکیلے کیونکہ میں تو بے بی کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی اور وہ واقعی پاکستان لوٹ آیا۔ اپنے آبائی گاؤں کے باہر مٹی کی دو ڈھیریاں بنا کر بیٹھ گیا جنہیں وہ بے جی اور منشی جی کی قبریں بتاتا تھا مگر سب جانتے تھے کہ وہ فرضی ہیں اور اندر سے خالی اور موصوف ہر آنے جانے والے کو نستعلیق قسم کی انگریزی اور کبھی شستہ اردو میں ماں باپ کی عظمت پر لیکچر دیتے نظر آتے تھے۔ بدنصیب کی یہ اذیت بھی ختم ہو چکی۔ دسمبر کی ایک یخ بستہ صبح باپ کی فرضی قبر سے لپٹا ہوا پایا گیا، لوگوں نے سیدھا کیا تو سردی سے اکڑا جسم بے جان ہو چکا تھا جسے اہل دیہہ نے اسی خالی اور خیالی قبر کے سپرد کر دیا اور ماں کی ڈھیری ایک دو برساتوں کے بعد برابر ہو گئی تھی۔

(۲)۔ پاکستان کے قومی ہیرو کی موت اور عیسائیوں کے ہاتھوں تدفین

انگریز لڑکی سے شادی کا عبرتناک انجام

برطانیہ میں پاکستان کے بزرگ عالم دین حضرت علامہ قاضی عبد اللطیف قادری صاحب کے برادر خورد حضرت مولانا قاضی طاہر قادری صاحب بیان فرماتے ہیں کہ! علامہ صاحبزادہ میاں ساجد لطیف جو کہ آستانہ عالیہ میانہ تھوپ سہالہ سے تعلق رکھتے ہیں اور برطانیہ میں ریڈہل مسجد کے خطیب ہیں سے گفتگو کے دوران معروف کرکٹر جناب وسیم اکرم کی آسٹریلوی خاتون سے شادی کا ذکر آ گیا تو علامہ میاں ساجد لطیف فرمانے لگے بالعموم اس طرح کی شادیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا اس ضمن میں پاکستان کے قومی ہیرو سابق کرکٹر وسیم الحسن راجہ کی عبرتناک موت کا واقعہ سنایا فرمانے لگے غالباً ۲۰۰۶ء کی بات ہے کہ ایک دن ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ فلاں گرجے میں پاکستان کے قومی ہیرو معروف کرکٹر وسیم الحسن راجہ کی میت پڑی ہے آپ چند آدمیوں کو ساتھ لیں تا کہ ان کا جنازہ پڑھایا جائے۔ وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے چند آدمیوں کو

ساتھ لیا اور اس گرجے میں پہنچے تو دیکھا کہ عیسائی پادری اور دیگر عیسائی اپنے مذہب کے مطابق میت کی آخری رسومات ادا کر رہے ہیں۔ علامہ میاں ساجد لطیف صاحب نے پادری کو بتایا کہ یہ میت مسلمان کی ہے لہٰذا ہمارے حوالے کی جائے، تو پادری نے کہا کہ اس میت کی قانونی وارث اس کی بیوی ہے اور خود اس نے یہ میت ہمارے حوالے کی ہے لہٰذا ہم عیسائی مذہب کے مطابق ہی اس کی جملہ رسومات ادا کریں گے۔ وسیم الحسن راجہ کے بھائی سابق کپتان رمیض راجہ بھی موقع پر موجود تھے، جب ان سے اس حوالے سے بات کی گئی تو انہوں نے بھی قانونی طور پر اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔ چنانچہ میں نے پادری سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نماز جنازہ پڑھنے کا موقع دیا جائے، اس پر پادری نے ہمیں اجازت دے دی اور وہیں گرجہ کی ایک جانب ہم نے راجہ صاحب کی نماز جنازہ پڑھی جس میں کل سات آدمی تھے۔ اس کے بعد میت پھر عیسائیوں نے اپنے قبضے میں کر لی اور اپنے ہی قبرستان میں عیسائی طریقہ پر ہی میت کی تدفین کی گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کسی مسلمان کا اس طرح کا اختتام زندگی انتہائی افسوس ناک بھی ہے اور شرمناک بھی ذاتی طور پر مجھے یہ کہانی سن کر انتہائی دکھ ہوا۔ اللہ رب العزت سے ہماری یہ عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس طرح کے انجام سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے، لیکن دوسری طرف یہ واقعہ ہم سب کے لیے عبرتناک بھی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً اس کے ذمہ دار ہمارے مرحوم مسلمان بھائی وسیم الحسن راجہ صاحب خود ہیں کہ انہوں نے ایک عیسائی خاتون سے شادی رچائی اور شاید اُسے کلمہ بھی پڑھایا ہوگا لیکن افسوس کہ مرحوم راجہ صاحب نے اپنی اس بیوی کو اسلامی تعلیمات سے روشناس نہیں کرایا اور اس ظالم عورت نے اپنے مرحوم شوہر کی مذہبی اقدار اور خواہشات کا احترام نہیں کیا۔ اگر راجہ صاحب کی اولاد ہے تو اس کا کیا بنے گا؟ یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہمارے ہاں مغربی خواتین سے دنیاوی چمک کی وجہ سے شادی کا جو سلسلہ چل نکلا ہے وہ ایک مسلماں کے لیے دینی لحاظ سے نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت ہے حکم نہیں ہے، آج کل تو یہ عورتیں اہل کتاب تو کیا بالعموم اپنی مذہبی تعلیمات سے ہی بغاوت کر کے بہت آگے نکل چکی ہیں

اس لیے اپنا ایمان بھی بچائیں اور اپنی آنے والی نسلوں کا ایمان بھی بچائیں۔اسی لیے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اہلِ کتاب عورتوں سے شادیاں نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

حال ہی میں ہمارے معروف سابق کرکٹر وسیم اکرم نے بھی ایک آسٹریلوی خاتون سے شادی کی ہے،اس خاتون نے بظاہر اسلام تو قبول کیا ہے اللہ کرے وہ اس پر پوری طرح قائم بھی ہو رہے،اور اسلام کو نہ صرف شادی کے لیے بلکہ دل و جان سے قبول کرے۔اس سے قبل ہمارے ایک اور قومی ہیرو اور موجودہ قومی لیڈر جناب عمران خان نے ایک انگریز عورت سے شادی کی تھی لیکن طلاق کے بعد اس کا اسلام کہاں گیا؟اس کا اندازہ اخبارات میں آئے دن شائع ہونے والی خبروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ایسے حالات میں عمران خان کے بیٹوں کی تربیت کیسی ہو گی اللہ خیر کرے۔اس سے پہلے کئی مسلمانوں کی اولادیں عیسائی ماؤں کی گود میں پل کر عیسائیوں کی ہی ہو کر رہ گئی ہیں۔امریکی صدر بارک حسین اوباما ایک مسلمان کا بیٹا ہو کر عیسائی ماں کی گود میں پلا اور آج دنیا بھر کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے والے مسلمانوں کے دشمنوں کا سرپرست اوّل ہے۔

ع اے کاش کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

جنات کا سایہ ختم کرنے کے لیے

تین مرتبہ درود شریف،سورۃ الفاتحہ،آیۃ الکرسی،سورۃ یٰسین کا پہلا رکوع،سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق،سورۃ الناس،آخر میں تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر اگر مرد ہو تو اللہ تعالیٰ کو حضور سید دو عالم ﷺ کا واسطہ دے کر دعا کریں۔اگر عورت ہو تو حضرت سیدتنا فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ دے کر دعا کریں۔اور اگر جوان لڑکی ہو تو حضرت سیدتنا سکینہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ دے کر دعا کریں۔اور اگر جوان لڑکا ہو تو حضرت سیدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر دعا کریں اور پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں۔

تبصرہ کتب (افضل شاہد اعوان)

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب: فتاویٰ سلیمانیہ رضویہ   ترتیب و تقدیم: مفتی محمد صدیق سعدی

صفحات: ۷۰۰   ہدیہ: ۵۰۰

ملنے کا پتہ: دار العلوم انوار رضا ڈھوک منگٹال راولپنڈی 0302-5460385

رئیس المناطقہ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی حفظہ اللہ راولپنڈی کے معروف اور جید عالم دین ہیں جو کہ درس و تدریس کے میدان میں خاصی شہرت رکھتے ہیں،طبقہ علماء میں آپ کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔قبلہ مفتی صاحب نے باقاعدہ دار الافتاء کا اہتمام تو نہیں کیا تاہم اگر کوئی سائل آجائے تو اسے مایوس بھی نہیں کرتے اور فتویٰ لکھ دیتے ہیں،ابتداً میں آپ کے فتاویٰ کے ریکارڈ کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا لیکن برادرم مفتی محمد صدیق سعدی صاحب جو حضرت قبلہ مفتی سلیمان رضوی صاحب کے نائب بھی ہیں نے کچھ عرصہ سے حضرت کے فتاویٰ کو جمع کرنے کا بندوبست کیا ہے۔انہی فتاویٰ کو "فتاویٰ سلیمانیہ رضویہ" کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے ضلع راولپنڈی کی سطح پر بہت عرصہ کے بعد اس طرح کا کوئی علمی کام منظر عام پر آیا ہے،وہ بھی رضویت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے جسے ماند کرنے کے لیے بعض نام نہاد سُنی مولوی بہت زیادہ سرگرمی دکھا رہے ہیں ایسے حالات میں "فتاویٰ سلیمانیہ رضویہ" کا منظر عام پر آنا اہل علم کے لیے یقیناً تسکین کا ساماں فراہم کرے گا۔فتاویٰ سلیمانیہ رضویہ کی اشاعت کا سہرا مولانا مفتی محمد صدیق سعدی کے سر ہے جنہوں نے اسے مرتب بھی کیا ہے اور اس پر مفصل مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے،تاہم ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس فتاویٰ کی اشاعت میں بہت ہی عجلت سے کام لیا گیا ہے پروف ریڈنگ کا کام تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں۔بعض جگہ عبارتیں چھوٹ گئی ہیں جس کی وجہ سے بعض فتاویٰ کا مفہوم سمجھ ہی نہیں آتا۔حضرت مفتی صاحب کی بعض کتب پر لکھی گئی تقاریظ کو اس مجموعہ میں شامل کرنا ناقابل فہم ہے،تقریظ کے شروع میں یہ نہیں لکھا گیا کہ یہ کس کتاب پر ہے لیکن اس کے باوجود اہل علم اب بھی اس فتاویٰ میں شامل علمی نقاط سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں اُمید کامل ہے

کہ آئندہ ایڈیشن میں طباعت کے معیار اور نظر ثانی کی کوشش بھی بھرپور طریقے سے کی جائے گی۔

نام کتاب: دین کا راستہ　　　مصنف: مولانا عاطف سلیم نقشبندی

صفحات: ۳۰۴　　　ہدیہ: ہاشمی پبلی کیشنز عالم بزنس سنٹر قبال روڈ

مولانا عاطف سلیم ایک ذہین، قابل اور نوجوان عالم دین ہیں جو کہ اصول حدیث اور فن اسماء الرجال میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مطلع القمرین'' کی تخریج کر کے علماء کرام سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ''دین کا راستہ'' رسول اللہ ﷺ کی ایک ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ اُنیس مختلف ابواب کے تحت احادیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ ترجمہ انتہائی رواں اور آسان ہے جب انسان پڑھنا شروع کرتا ہے تو دل کرتا ہے کہ پڑھتا ہی چلا جائے، تاہم ہر باب کے تحت جو احادیث نقل کی گئی ہیں ان کی تعداد میں یکسانیت نہیں ہے۔ کہیں تعداد بہت ہی کم اور کہیں زیادہ ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ عزوجل پر توکل کے باب میں صرف آٹھ حدیثیں ہیں اور نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اطہار اور قرابت داروں کے فضائل کے باب میں ایک سو دس احادیث ہیں، یہاں پر قاری کو مختلف عنوانات پر کچھ احادیث سے روشناس کرانا مقصود تھا، بہتر ہوتا کہ ہر باب میں صرف بیس احادیث دی جاتیں اس طرح تقریباً پچاس مختلف عنوانات کے ذریعے قارئین تک ایک ہزار احادیث پہنچ جاتیں تو زیادہ مفید ہوتا۔ بعض ابواب میں ایک ہی مفہوم کی ایک سے زیادہ احادیث دی گئی ہیں مثلاً حدیث نمبر ۸۳۸، ۸۴۰ اور ۲۴۲ کا مطلب ایک ہی ہے صرف راوی کا فرق ہے کہ ''اس اُمت کے دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی مرجیہ اور قدریہ''۔ اگر تکرار سے بچتے ہوئے اس طرح کی ایک ہی معتبر حدیث بیان کر دی جاتی تو زیادہ مناسب ہوتا۔ نبی علیہ السلام کے خصائل مبارکہ کے باب میں پہلے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے لیکن اگلے ہی صفحے پر دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پانی پیتے دیکھا گیا حالانکہ ہمارے علماء نے ذخیرہ احادیث سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے کہ بیٹھ کر پانی پینا سنت ہے۔

نام کتاب: قاضی ابو یوسف　　　تالیف: شیخ زاہد کوثری　　　صفحات: ۱۸۴

ترجمہ: علامہ منظر الاسلام الازہری　　　ہدیہ: ۱۶۰　　　ناشر: دار النعمان پاکستان

ملنے کا پتہ: مکتبہ قادریہ مین یونیورسٹی روڈ پرانی سبزی منڈی کراچی

یہ کتاب حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید حضرت امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ اور علمی کارناموں پر مشتمل ہے۔ علامہ منظر الاسلام الازہری صاحب نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ تخریج اور حواشی کا کام بھی کیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ عظیم علمی و تاریخی شخصیت ہیں جن کا فقہ حنفی کی تدوین و ترتیب میں بہت بڑا حصہ ہے اس کتاب سے امام موصوف کی حیات و خدمات کے ساتھ فقہ حنفی کی اہمیت و برتری واضح ہوتی ہے فقہی معاملات سے شغف رکھنے والے اہل علم کے لیے یہ ایک گرانقدر تحفہ ہے۔ بہترین کمپوزنگ عمدہ ورق اور دیدہ زیب کارڈ کور پر مشتمل یہ کتاب دعوت مطالعہ دے رہی ہے تاہم حواشی اصل صفحات سے ہٹے ہوئے ہیں۔

نام کتاب: نہایۃ الدلیل فی ردّ صویحب غایۃ التبجیل　　　مصنف: فیصل خان رضوی

صفحات: ۳۶۸　　　ہدیہ: ۳۶۰ ناشر: والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں لیکن فرقہ تفضیلیہ سے تعلق رکھنے والے بعض شر پسند عناصر اس عقیدہ کو سبوتاژ کرنے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ فیصل خان رضوی اہل سنت و جماعت کے ایک قابل فخر نوجوان محقق ہیں جنہوں نے غیر مقلدین کے ردّ میں مختلف موضوعات پر کئی تحقیقی مقالات قلم بند کیے ہیں اور اہل علم سے داد تحسین پائی ہے۔ انھوں نے مسئلہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر پر ایک تحقیقی کتاب قلم بند کی ہے جو منظر عام پر آ چکی ہے لیکن تشویشناک امر یہ ہے کہ ہماری صفوں میں موجود فتنہ تفضیلی سے تعلق رکھنے والے عناصر اس مسلمہ عقیدے کے خلاف بڑی عیاری سے صف بندی کر رہے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ''نہایۃ الدلیل'' جو دور حاضر میں فتنہ تفضیلیہ کے سرغنہ محمود سعید ممدوح کی عربی کتاب بنام ''غایۃ التبجیل'' کا لاجواب ردّ ہے، ممدوح موصوف کی یہ کتاب فرقہ تفضیلیہ کی بنیادی کتاب سمجھی جاتی ہے اس میں جس دجل و فریب سے کام لیا گیا ہے محترم جناب فیصل خان صاحب نے اس کا بھرپور آپریشن کیا ہے، کتاب کے شروع میں مفتی سید ذوالفقار حسین شاہ صاحب گیلانی کا زوردار مقدمہ بھی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ

اس کتاب سے عوام و خواص بھرپور استفادہ کریں۔ تاہم کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور طباعت کے معیار پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

نام کتاب: سرسید احمد خان کا اصلی روپ **مصنف: مفتی راشد محمود رضوی**

صفحات: ۱۲۸ مجلد **ہدیہ: ۱۵۰** **ناشر: مکتبہ نور بصیرت کراچی**

مسلمانوں میں انگریزی تعلیم اور جدید علوم کو عام کرنے میں سرسید کی خدمات یقیناً قابل ذکر ہیں، آج بھی انڈیا میں علی گڑھ یونیورسٹی سرسید احمد خان کی یادگار ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ اس زمانے میں بھی بعض مسلم زعماء کو سرسید کی اس تعلیمی پالیسی سے اختلاف تھا۔ آج بھی بعض اہل علم کو اس پر تحفظات ہیں۔ ہمارے تعلیمی نصاب میں سرسید کی ان تعلیمی خدمات کو ہر سطح کی کلاسوں میں باقاعدہ پڑھایا جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ شاید ان کے مذہبی افکار بھی اتنے ہی مثالی ہیں جتنے کہ تعلیمی، حالانکہ صورت حال اس کے برعکس ہے، سرسید کے مذہبی افکار اتنے خطرناک اور عجیب و غریب ہیں کہ ہمارے ہاں کوئی بھی مکتبہ فکر ان سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ سرسید اپنے آپ کو وہابی کہتے تھے لیکن اس کے باوجود غیر مقلدین علماء نے سرسید کا ردّ کیا ہے۔ دیوبندی علماء نے بھی سرسید کے مذہبی افکار کے خلاف فتوے دیے ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی نے سرسید کے حالات زندگی پر ''حیات جاوید'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سرسید بائبل میں تحریف کے قائل نہیں تھے، عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونے اور آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے بھی قائل نہیں تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی معراج پر یقین نہ رکھتے تھے۔ جنوں، فرشتوں، روح، جنت، دوزخ اور شیطان کے بارے میں بھی ان کے نظریات تمام دوسرے مسلمانوں سے مختلف تھے، انہی خیالات کی وجہ سے تمام مکاتب فکر کے علماء نے سرسید کی مخالفت کی ہے نہ کہ انگریزی تعلیم کی وجہ سے جیسا کہ مغربیت زدہ طبقہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ مولویوں نے انگریزی کی وجہ سے سرسید پر کفر کے فتوے لگائے ہیں حالانکہ ایسا ایک بھی فتویٰ نہیں دکھایا جاسکتا۔ زیر تبصرہ کتاب میں سرسید کے انہی مذہبی افکار کو عیاں کیا گیا ہے، ہر صاحب علم و دانش کو اس مطالعہ کرنا چاہیے جس کے بعد اس کتاب سے اتفاق یا اختلاف کا ہر ایک کو حق حاصل ہے۔ یہ کتاب مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور سے باآسانی حاصل کی جاسکتی ہے۔

''اشاریہ مضامین مجلّہ ''البرھان الحق'' ﴿جنوری 2013ء تا دسمبر 2013ء﴾

مرتبہ: ظفر محمود قریشی

اداریہ بعنوان ''صدائے دل'' از افضل شاھد اعوان

قرآن / حدیث / ارکان اسلام / فضائل

تحقیقات / تعاقبات / تنقیدات

معلومات

اصلاح عقائد و معاشرہ/شخصیات

تعارف و تبصرہ کتب از افضل شاہد اعوان

نوٹ: یہ اشاریہ مجلہ کے زیریں حصہ پر دیئے گئے مسلسل نمبر شمار کے مطابق ہے۔